18/11

پی این ایس سی کے لئے

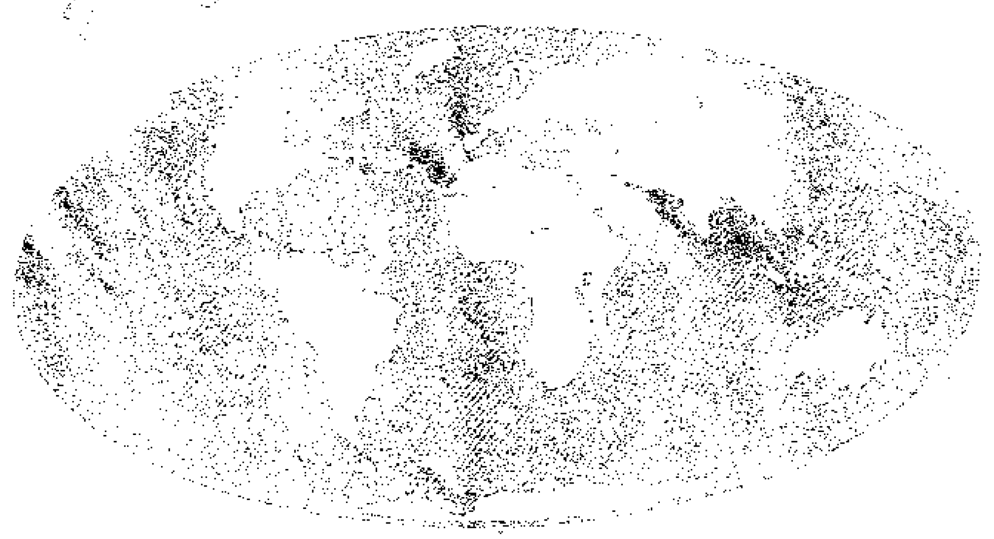

Paragon © PNSC-15

★ انٹرمیڈیٹ ★ بی۔اے اور عملی کورسز

داخلہ

کورسز کا انتخاب کیجئے

انٹرمیڈیٹ

● اُردو	مکمل کورس
● اقبالیات	"
● غذا اور غذائیت	"
● جنرل سائنس	"
● انگلش	"
● کتابت نویسی و صحافی	"
● تعلیم	"
● معاشیات	"
● دیہی ترقی	نصف کورس
● اسلامیات (لازمی)	"
● مطالعہ پاکستان (لازمی)	"
● بچے کی نگہداشت	"
● الیکٹریشن	"
● الیکٹریکل وائرنگ	"

بی۔اے

● اکاؤنٹنسی	مکمل کورس
● معاشیات	"
● اقبالیات	"
● معاشیات پاکستان	"
● تاریخ دنیائے اسلام	"
● بزنس انگلش	"
● عمرانیات	"
● اُردو	"
● پرنسپلز آف مارکیٹنگ اینڈ مینجمنٹ لا	"
● پاکستانی ادب لاَ	"
● اسلامیات (لازمی)	نصف کورس
● مطالعہ پاکستان (لازمی)	"
● مطالعہ پاکستان (اختیاری)	مکمل کورس
● تعلیم	"

ابتدائی کورس

● اللسان العربی

کورسز، داخلہ بذریعہ نامزدگی

● ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ مینجمنٹ (ایم۔اے)
● پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان انگلش لینگویج ٹیچنگ
● سی ٹی
● پی۔ٹی۔سی
● تجدیدی کورس برائے پرائمری اساتذہ

طریقۂ تدریس: ■ مراسلتی اسباق ■ ریڈیو ■ ٹیلی ویژن اور مطالعاتی مراکز

ضروری معلومات

★ انٹرمیڈیٹ کیلئے ۹ مکمل کورس پاس کرنے پڑتے ہیں۔
★ بی۔اے کیلئے ۸ مکمل کورس پاس کرنے پڑتے ہیں۔
★ دو نصف کورس ایک مکمل کورس کے برابر ہیں۔
★ ایک سمسٹر میں زیادہ سے زیادہ دو مکمل کورس یا چار نصف کورس لئے جا سکتے ہیں۔
★ انٹرمیڈیٹ کے ایک مکمل کورس کی فیس ۹۰ روپے اور نصف کورس کی فیس ۴۵ روپے ہے۔
★ بی۔اے کے ایک مکمل کورس کی فیس ۱۰۵ روپے اور نصف کورس کی فیس ۵۵ روپے ہے۔
★ بیس روپے رجسٹریشن فیس جو صرف پہلی بار داخلہ کے وقت لی جاتی ہے۔
★ الیکٹریکل وائرنگ اور الیکٹریشن کورس کیلئے ۵۰ روپے بطور پریکٹیکل فیس اضافی جمع کرانے پڑتے ہیں
★ اللسان العربی کے کورس کی فیس ۶۰ روپے ہے

داخلہ فارم اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے شعبۂ داخلہ یا ہمارے علاقائی دفاتر واقع

■ پشاور، فون ۷۶۷۴۰ ■ کوئٹہ، فون ۷۰۴۹ ■ کراچی، فون ۹۱۷۲۷۶ ■ ملتان فون ۳۲۸۰۰ ■ لاہور، فون ۸۷۱۹۲۸

■ میرپور (آزاد کشمیر)، فون ۲۲۳۹ ■ فیصل آباد فون ۴۱۳۱۱ ■ حیدرآباد، فون ۸۳۶۳۲ ■ گلگت فون ۳۸۸ ■ اسلام آباد، فون ۴۰۸۳۹/۳۴ / ۴۵۹۷۱/۲۷

سے رجوع کریں

شعبۂ داخلہ میں فارم موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۶ر اگست ۱۹۸۳ء

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ○ اسلام آباد

PID(I) 137/79

★ اِنٹرمیڈیٹ ★ بی۔اے اور عملی کورسز

داخلہ

کورسز کا انتخاب کیجئے

اِنٹرمیڈیٹ

● اُردو	مکمل کورس
● اقبالیات	〃
● غذا اور غذائیت	〃
● جنرل سائنس	〃
● انگلش	〃
● کھاتہ نویسی و محاسبی	〃
● تعلیم	〃
● معاشیات	〃
● دیہی ترقی	نصف کورس
● اِسلامیات (لازمی)	〃
● مطالعۂ پاکستان (لازمی)	〃
● بچے کی نگہداشت	〃
● الیکٹریشن	〃
● الیکٹریکل وائرنگ	〃

بی۔اے

● اکاؤنٹنسی	مکمل کورس
● معاشیات	〃
● اقبالیات	〃
● معاشیات پاکستان	〃
● تاریخ دنیائے اسلام	〃
● بزنس انگلش	〃
● عمرانیات	〃
● اُردو	〃
● پرچیز مارکیٹنگ اینڈ مینجمنٹ لا	〃
● پاکستانی ادب لا	〃
● اسلامیات (لازمی)	نصف کورس
● مطالعۂ پاکستان (لازمی)	〃
● مطالعۂ پاکستان (اختیاری)	مکمل کورس
● تعلیم	〃

اِبتدائی کورس

● اللسان العربی

کورسز، داخلہ بذریعہ نامزدگی

● ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ مینجمنٹ (ایم۔اے)
● پوسٹ گریجویٹ ڈپلومہ ان انگلش لینگویج ٹیچنگ
● سی ٹی
● پی۔ٹی۔سی
● تجدیدی کورس برائے پرائمری اساتذہ

طریقۂ تدریس: ■ مراسلتی اسباق ■ ریڈیو ■ ٹیلی ویژن اور مطالعاتی مراکز

ضروری معلومات

★ انٹرمیڈیٹ کیلئے ۶ مکمل کورس پاس کرنے پڑتے ہیں۔
★ بی۔اے کیلئے ۸ مکمل کورس پاس کرنے پڑتے ہیں۔
★ دو نصف کورس ایک مکمل کورس کے برابر ہیں۔
★ ایک سمسٹر میں زیادہ سے زیادہ دو مکمل کورس یا چار نصف کورس لئے جا سکتے ہیں۔
★ انٹرمیڈیٹ کے ایک مکمل کورس کی فیس ۹۰ روپے اور نصف کورس کی فیس ۴۵ روپے ہے۔
★ بی۔اے کے ایک مکمل کورس کی فیس ۱۰۵ روپے اور نصف کورس کی فیس ۵۵ روپے ہے۔
★ بیس روپے رجسٹریشن فیس جو صرف پہلی بار داخلہ کے وقت لی جاتی ہے۔
★ الیکٹریکل وائرنگ اور الیکٹریشن کورس کیلئے ۸۰ روپے بطور پریکٹیکل فیس اضافی جمع کرانے پڑتے ہیں۔
★ اللسان العربی کے کورس کی فیس ۶۰ روپے ہے

داخلہ فارم اور مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے شعبۂ داخلہ یا ہمارے علاقائی دفاتر واقع

■ پشاور، فون ۷۰۷۹۷ ■ کوئٹہ، فون ۷۰۳۰۹ ■ کراچی، فون ۶۱۷۲۷۶ ■ ملتان، فون ۳۲۸۰۰ ■ لاہور، فون ۸۷۱۹۲۸
■ میرپور (آزاد کشمیر)، فون ۲۲۳۶ ■ فیصل آباد، فون ۴۱۳۱۱ ■ حیدرآباد، فون ۸۳۶۳۲ ■ گلگت، فون ۳۸۸ ■ اسلام آباد، فون ۳۰۸۴۹/۳۶، ۴۵۹۷۱/۳۷

سے رجوع کریں

شعبہ داخلہ میں فارم موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۶؍ اگست ۱۹۸۳ء

علامہ اِقبال اوپن یونیورسٹی ۰ اِسلام آباد

PID(I) 137/79

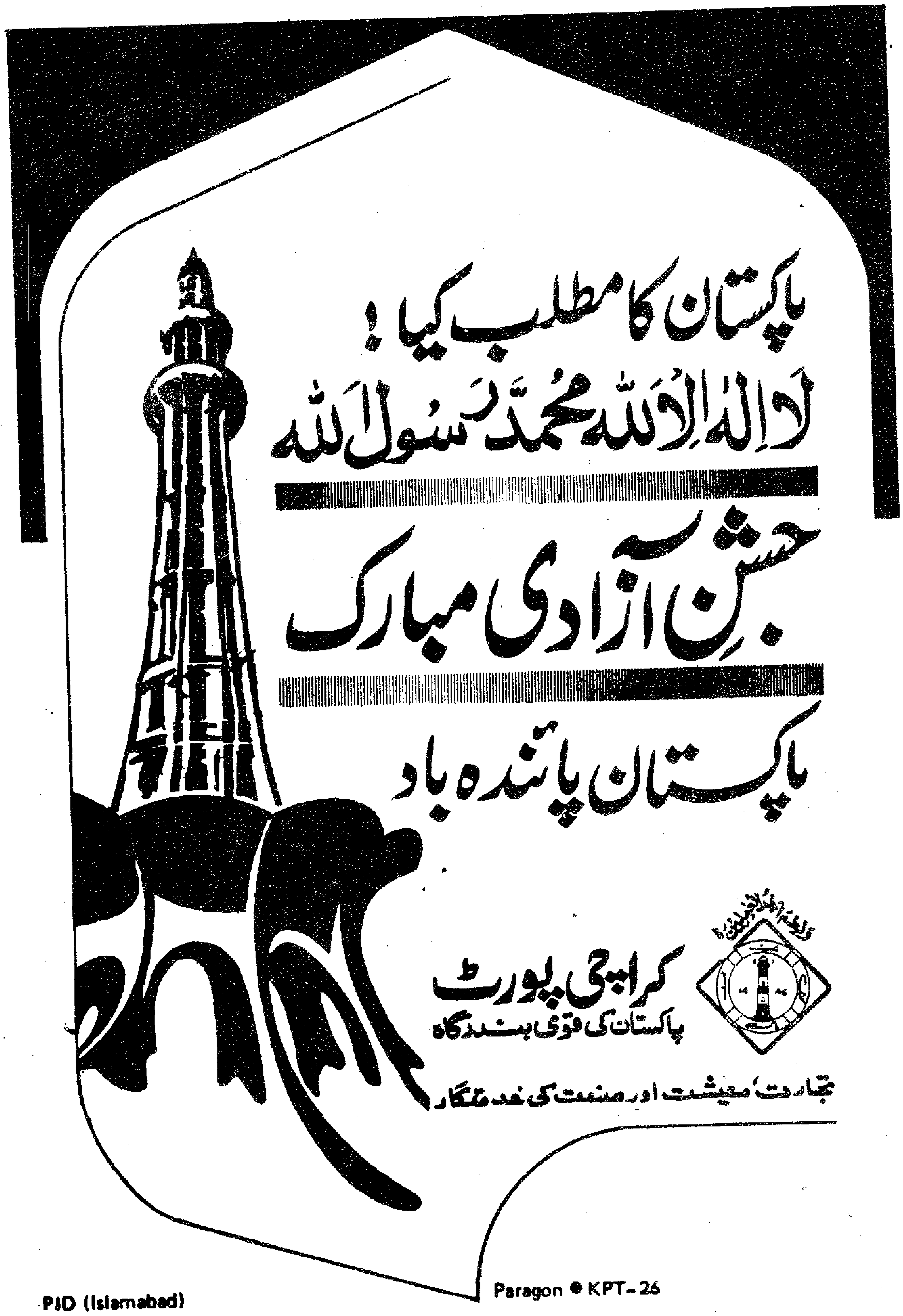

Paragon ● KPT-26
PID (Islamabad)

UNIFOAM

MATTRESSES CUSHIONS AND PILLOWS

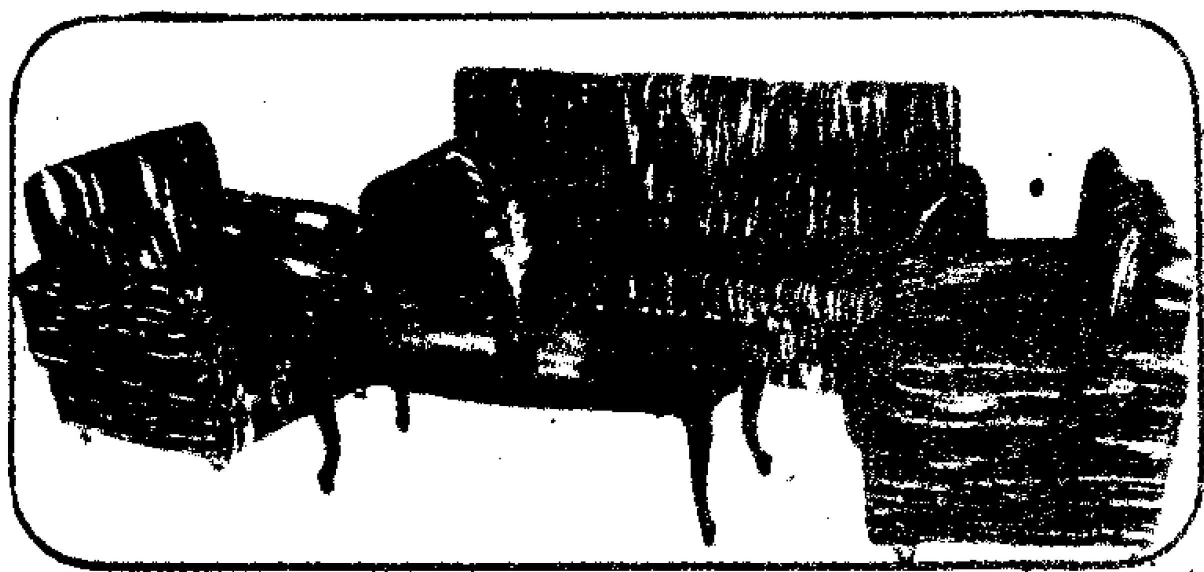

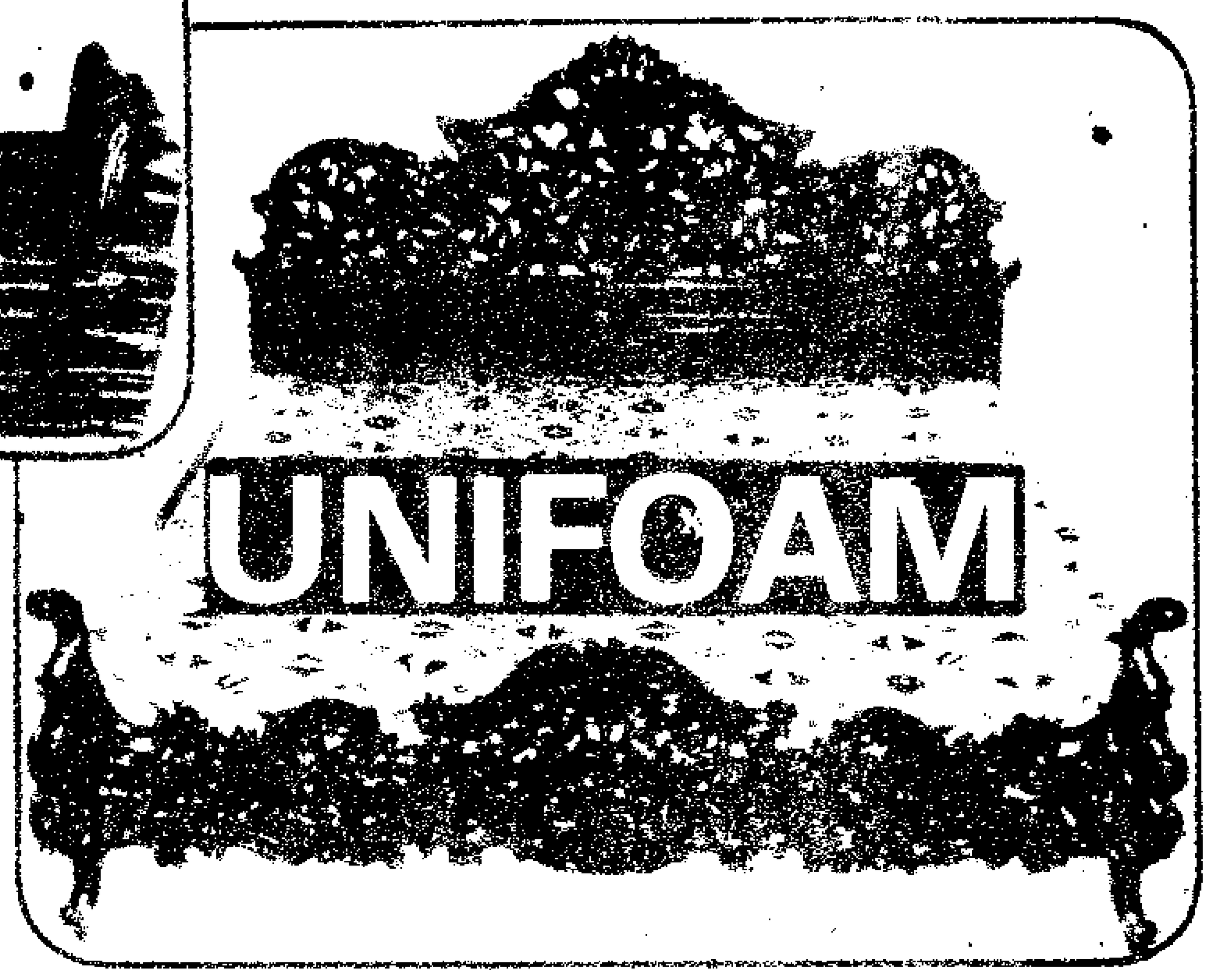

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD.

LAHORE—PAKISTAN
Tel: 431341, 431551

Stockist:
Yusaf Sons
Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone: 66754-63932

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لۂ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم ۔ ۴

جلد نمبر : ۱۸

شمارہ نمبر : ۱۱

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر رہائش ۔ ۲

ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ

اگست ۱۹۸۳ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

نقش آغاز — آہ شمس العلوم والمعارف	سمیع الحق	۶
حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	۹
علامہ شمس الحق افغانی کی جامع شخصیت	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	۱۴
فرقہ روشنیہ اور فری میسن تحریک	جناب روشن دین	۱۵
کمپیوٹر کے ذریعہ اوقات صلوٰۃ کا تعین	جناب سید شبیر احمد ۔ کاکاخیل	۲۱
اسلام اور مستشرقین	پروفیسر سید حبیب الحق ندوی	۲۹
اسلام اور طرز حکومت (مجلس شوریٰ کی تقریر)	سمیع الحق	۳۷
اسلام کا نظام عدل وانصاف	مولانا مفتی غلام الرحمان	۴۳
افکار واخبار	خان غازی کابل اور دیگر	۵۱
اشکہائے غم	مولانا محمد ابراہیم فانی	۵۷
قومی وملی مسائل اور مجلس شوریٰ	سمیع الحق	۵۹
تعارف وتبصرہ کتب	مولانا عبدالقیوم حقانی	۶۵

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۳۰/ روپے فی پرچہ ۳/ روپے ۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

آہ شمس العلوم والمعارف

وا دریغا۔ کہ ابھی ہم حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ کے ماتم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ۱۶ راگست منگل کی شام کو عین غروب آفتاب کے ساتھ ہم نے علم و معرفت کا ایک اور آفتاب بھی سپرد خاک کر دیا۔ ایک کے غروب سے کائنات رنگ و بو پر تاریکی چھا گئی تو دوسرے کے پنہاں ہونے سے کائنات علم وفضل میں ظلمت آ گئی ــــــ علامۂ یگانہ محقق زمانہ، متکلم اسلام شمس العلوم والمعارف مولانا شمس الحق افغانی قدس اللہ سرّہ العزیز واصل بحق ہوئے جو پچھلے دو ایک سال سے صاحب فراش تھے۔ ۱۶ راگست صبح نو بجے سانحۂ ارتحال پیش آیا نماز جنازہ اسی دن ۲ بجے شام ان کے گاؤں ترنگ زئی تحصیل چارسدہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھائی اور نماز کے بعد حاضرین سے جس میں بڑی تعداد علماء و صلحاء کی تھی علامہ مرحوم کے فضائل و مناقب پر مختصر خطاب فرمایا۔ دارالعلوم حقانیہ سے بڑی تعداد میں اساتذہ و طلباء نے بھی خصوصی بسوں کا انتظام کر کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ غروب آفتاب کے وقت اس علامۂ دوران کی تدفین عمل میں آئی، شام کی ڈھلنے والی تاریکیوں میں لوگ واپس ہو رہے تھے تو ارباب صدق و صفا اور اصحاب علم وفضل کے اس قدر تیزی سے رخت سفر باندھنے پر کتنے اصحاب درد تھے جن کے دل ڈوبتے جا رہے تھے اور زبان حال سے کوئی کہہ رہا تھا ؎

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کے بڑھانے والے

مولانا کی ولادت ۷ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۰۱ء ایک علمی خاندان میں ہوئی نام شمس القمر رکھا گیا جو بعد میں شمس الحق سے تبدیل ہوا، ابتدائی تعلیم کے بعد سرحد و افغانستان کے مشاہیر علم وفضل سے علوم وفنون کی تکمیل کی ۱۹۲۰ء میں دارالعلوم دیوبند پہنچ کر ۱۹۲۱ء میں علامۃ العصر سید انور شاہ کشمیری سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ہندوستان کے ارتدادی فتنوں کی سرکوبی میں لگ گئے اور شدھی تحریک کی روک تھام

میں بھرپور حصہ لیا وہ ابتداء سے علمی میدان کے شہسوار تھے۔ علم وفضل کے ہتھیار سے آریہ سماج کے مشہور مناظرین کو بڑے بڑے اجتماعات میں عبرتناک شکست دی۔ اس کامیابی پر ان کے اکابر اساتذہ نے دلی مسرتوں کا اظہار کیا اور دل کھول کر دعائیں دیں۔

اس کے بعد برصغیر کے تقریباً ایک درجن علمی اداروں مدارس اور جامعات میں اسلامی علوم فنون کی تدریس میں منہمک رہے جن میں سرفہرست دارالعلوم دیوبند ہے جہاں آپ نے تفسیر کی اعلیٰ کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۳۹ء میں آپ کو ریاست ہائے متحدہ بلوچستان قلات کی وزارت معارف کی پیشکش کی گئی اور اکابر کے مشورہ پر قضا وتعلیم کی وزارت کا قلمدان سنبھالا۔ پورے گیارہ سال آپ اس منصب پر فائز رہے، اس دور کے نظام عدل وقضا اور عدالتی قوانین سے متعلق آپ کی وابستگی کے نتیجہ میں دنیائے علم کو "معین القضاۃ والمفتیین" کی شکل میں قضاء وافتاء سے متعلق فقہ اسلامی کے چیدہ اصول وقواعد کا مجموعہ ملا جس نے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اسلام کے ضابطۂ دیوانی وفوجداری پر بھی آپ نے گرانمایہ کام کیا۔ انگریز کے چھوڑے ہوئے عدالتی نظام کے سائے سمٹنے کی بجائے پھیلتے چلے گئے اور ۱۹۵۵ء میں ون یونٹ کے قیام کے ساتھ ان کے زیرِنظم علاقے پر بھی اس نظام کے منحوس سائے چھاگئے اور شرعی قوانین کی بالادستی قائم نہ رہ سکی۔ تو آپ نے استعفاء دے دیا کہ کسی شرعی عدالت پر رائج الوقت عدالتوں کی برتری کو شریعت کے وقار اور شان کے خلاف سمجھتے تھے۔

تقسیم ہند کے بعد جب دیوبند کے راستے مسدود ہوگئے۔ اور بانئ دارالعلوم حقانیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ کو بامرمجبوری گھر ٹھہرنا پڑا تو حضرت مرحوم نے اپنے ریاستی فرائض قضاء وتعلیم میں شریک کرانے مولانا موصوف کو باصرار بلوچستان بلانا چاہا، بات چل رہی تھی۔ اُدھر حق تعالیٰ نے مولانا مدظلہٗ سے دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں ایک عظیم کام لینا تھا شاید اس لئے یہ دعوت قبول نہ ہوسکی۔ ناچیز کے علاوہ بہت سے حضرات کو یہ حسرت رہی کہ کاش علامہ مرحوم بھی (بلوچستان کی مصروفیت کتنی ہی اہم کیوں نہ ہو) درس وتدریس کا روائتی سلسلہ اپنے مادرعلمی دارالعلوم دیوبند اور اس کے بعد ایسے ہی اہم دینی مدارس میں جاری رکھے ہوتے۔ اور ریاستوں اور عصری جامعات کے اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب کے دینی علمی خدمات کی بجائے کسی مدرسہ کے دارالحدیث یا خانقاہ کی مسند ارشاد ہی پر متمکن رہتے تو ان کے خداداد افادہ کا حلقہ اور فیض واستفادہ کا دائرہ بہت ہمہ گیر اور عالمگیر ہوتا اور وہ تلامذہ اور مستفیدین کے اعتبار سے اپنے وقت کے علامہ کشمیری اور

علامہ عثمانی بن کر دنیا سے اٹھتے کہ ان کی عبقری شخصیت اور علوم کی جامعیت کے شایانِ شان یہی تھا۔ بلوچستان اور بہاولپور کے دور افتادہ اور نگی بندھی ذمہ داریوں اور محدود فرائض نے ان کے علم و فضل کے بحرِ ذخار کو ایک گونہ بند لگا دیا۔ مگر پھر بھی تقریر و خطابت، تصنیف و تالیف بالخصوص عصرِ حاضر کے جدید مسائل پر قومی اور عصری کمیٹیوں اور مجالس مذاکرہ کی شکل میں آپ نے علم اور دین کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں شاید اس میں بھی اللہ کی یہی حکمت تھی کہ آپ مدارس کے شبانہ روز تدریسی بندھنوں سے آزاد رہ کر ان دائروں میں اسلام کی ترجمانی کر سکیں۔ جو ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی اور اس لحاظ سے آپ کا مقام عصرِ حاضر کے علماء میں بہت ممتاز تھا کہ اسلامی مباحث و علوم کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے آپ عصرِ حاضر کے اٹھائے گئے شبہات پر سیر حاصل روشنی ڈالتے اور عہدِ جدید کے اذہان اور اس دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے۔ ہر تحریر و تقریر کا محور اور مرکزی نقطہ اسلامی مباحث و عقائد کی حقانیت کو کلامی انداز میں اجاگر کرنا اور دل نشین کرانا ہوتا وہ شریعت اسلامیہ کے لازوال عقائد و اصول کو نہایت معقول اور محققانہ انداز میں پیش فرماتے۔ مغرب اور مغربیت پر ان کی نشتر زنی بڑی جارحانہ ہوتی۔ وہ اس ضمن میں جب مسٹر اور ملّا کا موازنہ کرتے تو عجیب نکتہ آفرینی فرماتے کہ مجمع متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا، ان کا اندازِ درس بھی محاضرات اور لیکچرز کا ہوتا جسے ان کے تلامذہ نوٹ کرتے وہ کسی بھی مشکل اور اہم موضوع کا عجیب عجیب عنوانات قائم کر کے تحلیل و تجزیہ کرتے۔ الحق کو سب سے زیادہ یہ شرف حاصل ہوا کہ اس نے اپنے آغاز ہی سے علامہ مرحوم کے علوم و مقالات کو پہلی بار شائع کیا۔ حضرت علامہ کے اکثر تصانیف و رسائل کا اکثر حصّہ اوّلاً الحق میں شائع ہوتا رہا۔ اور اس طرح مولانا کے علمی فیوضات سے بیرونی دنیا کو استفادہ و تعارف کا موقع ملا ان کی مادری زبان پشتو تھی مگر اردو میں نہایت شستہ تقریر فرماتے، تحریر کے ساتھ تقریر کا ایسا ملکہ کم ہی پشتون علماء کو حاصل ہوا وہ کسی علمی موضوع پر گفتگو کرتے تو ساری مجلس پر اسلامی عظمت و حقانیت کا رنگ چھا جاتا وہ اسلام کی حقانیت کے ترجمان اور علمی دنیا کا سرمایۂ افتخار تھے اور جب چلے گئے تو اپنا بدل اور نظیر نہیں چھوڑ سکے کہ اس دور میں ایسے وسیع النظر علماء تو کیا ان سے بہت کم درجے کے اصحاب علم و دانش کا وجود عنقا بنتا جا رہا ہے۔ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو ان کی علمی عظمتوں کی طرح وہاں بھی بلند و ارفع درجات سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔ اللھم افض علیہ من شآبیب رحمتک و عفوک وادخلہ الجنۃ واسقنا من علومہ و برکاتہ۔ آمین۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ

کی جدائی پر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے تعزیتی کلمات

شوال کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا افتتاح ختم قرآن پاک اور درس ترمذی شریف کے آغاز سے ہوا۔ دارالحدیث طلبہ اور اساتذہ سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس بار حضرت مولانا مدظلہ کے افتتاحی تقریر کا زیادہ تر حصہ حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ کے تعزیتی کلمات سے متعلق تھا اس طرح گویا افتتاحی تقریب نے حکیم الاسلام کی تعزیتی تقریب کی شکل اختیار کر لی۔ طلبہ نے حضرت مرحوم کو ایصال ثواب کیا۔ مولانا مدظلہ کی تقریر ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے مرتب کرکے پیش کی جا رہی ہے

(عبدالقیوم حقانی)

محترم بھائیو! ہندوستان بلکہ ایشیا میں یہ جو آپ علم حدیث کے برکات دیکھ رہے ہیں یہ سب دارالعلوم دیوبند کی برکات ہیں۔

اکابر دیوبند اور علم حدیث کی ترویج دارالعلوم دیوبند کے بے نظیر اساتذہ بلکہ درحقیقت یہ سلسلہ تو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ حضرت مولانا شیخ الہند حضرت العلامہ شیخنا المکرم، المجاہد فی سبیل اللہ، حضرت شیخی وسندی مولانا حسین احمد المدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اساتذہ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج پاک وہند اور افغانستان کے گوشہ گوشہ میں مدارس کا سلسلہ اور تعلیم حدیث اور مسائل کی تحقیق و اشاعت دین کا سلسلہ رواں ہے۔ جب احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کے سامنے آجائے گا تو آپ کو اکابر اساتذہ دیوبند کی علمی خدمات جو انہوں نے انجام دی ہیں وہ بھی آپ کو انشاء اللہ معلوم ہو جائیں گی۔ متقدمین کے سوال و جواب ان کا استدلال و استخراج بھی آپ کے سامنے آجائے گا۔ اور اس کے ساتھ اپنے اکابر کے سوالات و جوابات، علمی توجیہات اور دلائل بھی آپ کو معلوم ہو جائیں گے۔ اور یہ حقیقت ہے

کہ امام رازی جو بہت بڑے محقق اور محدث گذرے ہیں۔ امام غزالی اور دیگر اسلاف متقدمین سے ہیں۔ ان کا علمی پایہ بلند ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ معروف بھی ہیں۔ لیکن جن علماء نے ان کے علوم کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت نانوتویؒ۔ حضرت گنگوہیؒ۔ حضرت شیخ الہندؒ۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے علوم، شروح حدیث ترمذی و بخاری پر ان کے حواشی و شروحات دیکھی ہیں تو تعجب اور حیرت ہو جاتی ہے کہ احادیث کا اس قدر ذخیرہ اور ایسے علوم ہمارے اکابر نے اپنے سینہ میں کیسے محفوظ رکھے اور اس کی تبیین و اشاعت کیسے کرتے رہے۔ بہر تقدیر میں نے عرض کیا کہ یہ سلسلۂ اشاعت حدیث اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے خاندانِ دہلوی اور اکابر دیوبند کی محنت کا ثمرہ ہے۔

مجھے وہ دور بھی یاد آتا ہے جب ہماری طالب علمی کی ابتدا تھی اور علم حدیث کا ہمارے سرحدی علاقوں میں اتنا رواج نہیں تھا تو ہم ہندی طالب علم آپس میں جب باتیں کرتے تو کہتے بدیع المیزان پڑھ لیں گے۔ شرح تہذیب پڑھ لیں گے۔ پھر ملا حسن پڑھ لیں گے۔ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف کے کتاب العلم کے چند ابواب پڑھ کر فاضل ہو جائیں گے۔ اور پھر خود بخود علم کے دروازے کھل جائیں گے۔ ہمارے ہاں اس وقت کا ذہن اور ماحول یہی تھا اور ہم اس وقت یہی سمجھتے تھے اور ہمارا یہ خیال بنایا گیا تھا کہ اگر اس سے زیادہ احادیث پڑھیں گے پوری مشکوٰۃ شریف اور صحاح ستہ پڑھ لئے تو وہابی بن جائیں گے۔ بہر حال یہ تو اس وقت کا حال ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ تو دہلی سے اشاعت علم حدیث کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ اور دیوبند آیا۔ دیوبند سے آہستہ آہستہ پھیلتا گیا اور تمام ملک ہند، پاکستان بلکہ افغانستان اور عربستان تک پھیل گیا۔ اور آج تمام اسلامی ممالک میں اشاعت پذیر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر ہمیں بھی دارالعلوم دیوبند کے ادنیٰ غلام اور ادنیٰ خدام میں جگہ دے دے تو ہم اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات یقین کرتے ہیں۔

محترم بھائیو! اکابر دیوبند کا ذکر بھی اسی مناسبت سے چل پڑا ہے۔ کہ ابھی پچھلے دنوں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک پاکباز اور باکردار انسان تھے۔ حضرت مولانا قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے علوم (جب کہ ان کی ہر کتاب علوم و معرفت کی ایک بحرِ زخار ہے۔ اور ان کی تصنیفات جو علم الکلام، علم الحدیث پر لکھی گئی ہیں کو سمجھ لینا بھی کوئی آسان بات نہیں ہے۔) کے ترجمان تھے الولد سر لابیہ کا مظہر تھے۔ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابرین دیوبند کے علوم بالخصوص علوم قاسمیہ، علوم شیخ الہند اور علوم تھانویؒ کا ایک عظیم خزانہ، جامع ماہر اور شارح تھے۔ تحریر و تقریر میں ان کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔ اور سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کو جو خدا تعالیٰ نے علمی لحاظ سے، طلباء کے لحاظ سے، اساتذہ اور علماء کے لحاظ سے اقتصادیات اور تعمیرات کے لحاظ سے اور ہر لحاظ سے جو خوبیاں عطا فرمائی ہیں اور ترقیات سے نوازا ہے۔ یہ سب کچھ حضرت قاری صاحبؒ کے دور

اہتمام اور ان کے زیر نگرانی انجام کو پہنچا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حضرت العلامہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ پھر ان کے بعد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد المدنی حضرت قاری صاحب ہی کے زمانہ اہتمام میں تدریس کرتے رہے حقیقت یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے اس زمانہ میں جو عروج اور ترقی حاصل کی ہے۔ یہ تاج اور اس کا سہرا حضرت قاری صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ کے سر ہے۔ اور یہ ان ہی کے مخلصانہ شبانہ روز مساعی کا ثمرہ ہے۔ بہر تقدیر حضرت قاری صاحب ایک پاکیزہ شخصیت جامع العلوم اور بہترین کمالات سے متصف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان میں اور ان کے دیگر نائبین کے خاندان میں حضرت قاری صاحب والے تمام اوصاف و کمالات پیدا فرما دے اور خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس خلا کو پورا فرما دے۔

آج شہر شہر، بستی بستی، قریہ قریہ جو آپ کو یہ دینی علوم کے مدارس و مراکز نظر آتے ہیں اور ہر گاؤں اور ہر بستی میں جو آپ کو دارالعلوم دیوبند کا فاضل، اکابر اساتذہ کا تلمیذ یا تلمیذ التلمیذ آپ کو جو نظر آتا ہے۔ یہ سب دارالعلوم دیوبند کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اور یہ سب دارالعلوم دیوبند ہی کی برکات ہیں۔ ایشیا بھر میں پھیلے ہوئے مدارس، ان کے اساتذہ منتظمین کا تعلق بغیر واسطہ کے یا بالواسطہ دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہے۔

ناچیز اور دارالعلوم حقانیہ سے تعلق حضرت قاری صاحب مرحوم کو دیگر اساتذہ دیوبند کی طرح، دارالعلوم حقانیہ سے حد سے زیادہ شفقت اور حد سے زیادہ محبت تھی۔ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو دارالعلوم حقانیہ ضرور تشریف لاتے۔ جب ہم سالانہ جلسہ دستار بندی کرتے (جو اب کافی عرصہ سے سالانہ اجتماع اور دستار بندی وغیرہ کا نظام متروک ہو چکا ہے بفضل اللہ حلقہ کی وسعت اور فضلاء کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی ہے جس کی وجہ سے جلسہ کا کنٹرول ایک بڑی سطح کے منصوبہ اور بڑے پیمانہ کے انتظام کے بغیر انجام کو نہیں پہنچ سکتا) تب بھی حضرتؒ تشریف لاتے۔ ایک مرتبہ اس سامنے والی گیلری (دارالحدیث) کے سامنے برآمدے کے اوپر والا بالاخانہ یا گیلری جو کافی عرصہ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ رہا ہے) میں بھی قیام فرمایا اور غالباً ایسے ہی ایک موقعہ پر جب آپ نے دارالعلوم حقانیہ اور اس کے مختلف شعبوں اور طلبہ کی قیام گاہوں کے مختلف احاطوں کا معائنہ کیا تو فرمایا

> مجھے دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند سے جدا نظر نہیں آتا۔ بلکہ دارالعلوم حقانیہ نے دارالعلوم دیوبند کو اپنے ضمن میں لے رکھا ہے سارے پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کے نمونہ اور نقش قدم پر دارالعلوم حقانیہ

گامزن ہے۔ اور یہ دیوبند ثانی بن چکا ہے۔

اور ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ **میں دارالعلوم حقانیہ آکر یوں محسوس کرتا ہوں جیسے دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں اور گویا اپنے گھر میں موجود ہوں** یہ تاثرات دارالعلوم کی کتاب الآراء میں بھی قلم بند فرمائے ہیں۔ بہر حال یہاں آکر حد درجہ خوشی اور محبت کا اظہار فرماتے اور جو جو نئے مسائل پیش آتے اس میں بھی دارالعلوم حقانیہ کی رائے کو شامل فرما لیتے۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت کو دارالعلوم حقانیہ اور خاص کر مجھ ناچیز پر حد درجہ شفقت تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں میں نے جو زندگی کے لمحات گذارے ہیں خاص کر تدریس کا زمانہ جو تقریباً ساڑھے چار سال ہے اور اس زمانے میں ہر فن میں تقریباً کوئی ایسی کتاب نہ ہوگی جو میں نے نہ پڑھائی ہو۔ دیگر اساتذہ کی شفقت و محبت کے باوجود چونکہ اختیارات مہتمم صاحب کے ہوتے ہیں۔ تو حضرت مہتمم صاحبؒ ہر معاملہ میں ترجیحی سلوک میرے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ اسباق اور تدریس کا مسئلہ بھی یوں تھا کہ جب بعض اساتذہ حج کو تشریف لے جاتے یا کسی اور عذر سے وہ اسباق نہ پڑھا سکتے، تو ان کے اسباق اور کتابیں (جو زیادہ تر فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق، معانی اور تفسیر کی ہوتی تھیں) کی تدریس کی ذمہ داری بھی مجھے سونپ دی جاتی۔ اور فرماتے کہ یہ نوجوان ہے اور کام اچھا چلا سکتا ہے اور یہ محض ان کا حسن ظن تھا۔ تو حضرت مہتمم صاحب مرحوم نے بہ حیثیت مہتمم دارالعلوم دیوبند مجھ ناچیز سے پر جو شفقت فرمائی ہے اور خاص کر دارالعلوم حقانیہ سے اور ایک موقعہ پر فرمایا کہ **"دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کی بیٹی ہے"**

حضرت قاری صاحب مرحوم دارالعلوم حقانیہ کو بہت ترجیح دیتے تھے۔ اور اس کے ذکر پر فخر فرمایا کرتے تھے اور یہ خدا تعالیٰ کا اپنا فضل وکرم ہے کہ تمام اکابر اساتذہ دارالعلوم دیوبند کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک خاص محبت تھی۔ اور سب فرماتے کہ یہ "ہمارا اپنا دارالعلوم ہے"

حضرت قاری صاحب مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ دارالعلوم دیوبند کو ترقی وعروج کے بلند معیار پر پہنچا دینا ہے کہ آج تمام دنیا کے لئے دیوبند مشعلِ راہ ہے "تکثیر علماء۔ "تکثیر طلباء، تدوین کتب اور تعمیرات ہر لحاظ سے دارالعلوم دیوبند ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

جس کی خدمات مسلّم اور شہرہ "کالشمس فی نصف النہار" ہے۔ آج ہم ان کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے ہیں۔ یہ تمام اہلِ علم کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند تمام اہل علم کی مادر علمی ہے۔ اس لئے دارالعلوم حقانیہ کے لئے یہ ایک بہت بڑا صدمہ ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی وفات سے ہمارے قلوب کو صدمہ پہنچا۔ ہم ایک بڑے مشفق، ایک بڑے مہربان، ایک بڑے تجربہ کار، بڑے عالم اور خاص کر دارالعلوم دیوبند اور مولانا

محمد قاسمؒ کے علوم کے حامل سے محروم ہوگئے۔ قیامت کی علامات سے من جملہ ایک علامت یہ بھی ہے کہ "یُرفع العلم" جیساکہ امام بخاریؒ نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ جب علم ناپید ہوجائے اور لوگ علوم دینیہ سے محروم ہوجائیں تو دین ختم ہوجائے گا۔ دین ہم کو علم ہی بتلاتا ہے۔ ہم جو یہاں جمع ہوئے ہیں ہمارا مقصد علم حاصل کرنا ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کے دین کے احکام و مسائل سیکھیں جب مسائل معلوم ہوجائیں تو اولاً ان پر خود عمل کریں۔ پھر ان کی حفاظت و اشاعت کی کوشش کریں۔ اسی تبلیغ و اشاعت کے نتیجہ میں انشاء اللہ عالم آباد رہے گا۔ اور اگر یہ کام چھوڑ دیا جائے تو عالم برباد ہوجائے گا۔

ہمارے اکابر اساتذہ اور علماء عمر طبعی کو پہنچ کر وفات پاگئے۔ "کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ"۔ مگر الحمد للہ کہ دین کے پودے لگاتے رہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری نہ رہتا تو دین کا باغ برباد ہوکر رہ جاتا۔ یہ سارا عالم عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، عبادت عابدین کرتے ہیں۔ عابدین علماء ہیں۔ جو علم دین سکھلاتے ہیں۔ علم دین ختم ہوا تو عابدین بھی ختم ہوجائیں گے۔ اور قیامت قائم ہوجائے گی۔ تو اکابر علماء کی رخصت یہ علامات قیامت سے ہے۔ ہر چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے ساتھ بنایا ہے۔ اگرچہ فی الواقعہ اسباب مؤثر نہیں۔ قیامت داہیہ عظمیٰ ہے۔ اور قیامت اس سے عبارت ہے کہ زمین برباد ہوجائے، آسمان برباد ہوجائیں۔ نظام عالم سارا درہم برہم ہوجائے اور بخاری شریف میں تشریح مذکور ہے کہ قیامت تب قائم ہوگی جب علم دین ختم ہوجائے گا اور اس پر عمل کرنا اور اس کی اشاعت کرنا ترک کردیا جائے گا اور اس غفلت کی وجہ سے قیامت کو دعوت دینا شروع کردیں گے۔ اگر ایک آدمی ایک مسجد برباد کردیتا ہے تو تم کہتے ہو بڑا ظالم ہے جس نے خانہ کعبہ برباد کرنے کی کوشش کی وہ تو بہت بڑا ظالم ہے اور جس نے ساتوں آسمان و زمین اور سارا نظام کائنات اور سارے اللہ کے گھر و مساجد فنا کر ڈالے تو اس سے بڑھ کر اور کسی ظالم کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ تو جو عالم تدریس اور تبلیغ نہیں کرتا وہ قیامت کے لانے کا باعث اور سبب بنتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلیں۔

حضرت نانوتویؒ تدریس بھی کرتے تھے اور بخاری کے نسخوں کی تصحیح بھی۔ ۱۲ روپے تنخواہ تھی۔ کسی بڑے ادارہ سے بارہ سو کی پیش کش ہوئی فرمایا میں ۱۲ روپے کو صحیح طور اپنے مصرف میں خرچ نہیں کرسکتا۔ تو بارہ سو روپے کا کیا حساب کروں گا۔ بلکہ ان کا تو یہ حال تھا کہ ۱۲ روپے سے جو رقم بچ جاتی اسے دوبارہ مدرسہ میں داخل فرمادیتے تھے انہوں نے خالصتہً خدا کی رضا کے لئے علوم کی خدمت و اشاعت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دیوبند مقبول ہے اس کے علماء، مدرسین، مہتممین، منتظمین اور تمام وابستگان سب مخلصین تھے۔ اللہ میاں کو اخلاص پسند ہے۔ آپ حضرات نے جو ابھی قرآن حکیم کی تلاوت کی ہے اور ختم قرآن کیا ہے۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہ اور جمیع اکابر اساتذہ دار العلوم دیوبند کو اس کا ایصال کردیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمام حضرات کے درجات بلند فرماوے۔

حضرت علامہ شمس الحق افغانی ایک جامع العلوم ہستی

۱۶ اگست ۸۳ء کو حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ اسی دن شام ۶ بجے ان کے آبائی گاؤں ترنگ زئی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھایا اور نماز کے بعد جنازہ کے شرکاء سے مختصراً حسب ذیل خطاب بھی ارشاد فرمایا جو نذر قارئین ہے۔

(نحمدہٗ ونصلی) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم موت العالم موت العالم۔ حضرت مولانا مرحوم کی جدائی ہم سب کے لئے صوبہ سرحد اور پاکستان کے لئے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے لئے ایک انتہائی صدمہ ہے۔ حضرت مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ کی اس وقت اس زمانہ میں مثال اور نظیر علم میں کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ اپنے دور میں بے نظیر اور بے مثال تھے۔ ایسی پاکیزہ اور جامع العلوم ہستی ہم سے جدا ہو گئی۔ مولانا نہ صرف قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے ایک بڑے محقق بلکہ موجودہ دور کے سیاسی اقتصادی اور دیگر جدید مسائل کے بھی جید عالم تھے۔ یورپ نے جو گندگی پھیلائی اس کے ازالہ کا مولانا مرحوم کو ایک خاص ملکہ تھا۔ وہ ایک بے مثال مینار تھے کسی ایک فن کا نہیں بلکہ دور جدید کے سارے مسائل کا حل اور تجاویز رکھتے تھے۔ ہم سے جب بھی کسی نے ایسے جامع عالم کے بارہ میں پوچھا تو فوراً مولانا مرحوم کا نام ہی سامنے آتا۔ عوام کو ان کی قدر معلوم نہیں کہ مولانا کیا شان رکھتے تھے کہ ع

قدر زر زرگر شناسد قدر جوہر جوہری

وہ بلاشبہ علوم کے سمندر تھے علوم قدیم و جدیدہ کے۔ تحریر و تقریر سے دین کی وضاحت اور تشریح کرنے والے تھے، ترجمان دین تھے یہاں گھر پر تو کم ہی رہے دیوبند میں جو عالم اسلام کے لئے مرکز علوم اسلامیہ ہے، ان کا علمی شان ظاہر ہوا۔ جیسے امام بخاری اور دیگر اسلاف کسی شہر بصرہ، کوفہ وغیرہ سے گذرتے تو وہاں کے لوگ علمی شان معلوم کرنے امتحان لیتے۔ تو حضرت افغانی جب دیوبند تشریف لائے تو سینکڑوں علماء و طلباء مختلف النوع مسائل میں تفتیش و تحقیق کرنے لگ گئے۔ آپ ایسے شافی جواب دیتے کہ سب نے کہا کہ ان کے بارہ میں جو کچھ سنا تھا اس سے بہت بلند پایا یہ تو بحر ذخار ہیں، ایک ایک بات موتی اور جوہر کی طرح ہوتی، ایسا معقول انداز بیان ایسی فصاحت و بلاغت کہ حیرت ہوتی۔

تو بھائیو! آج ہم سب، خصوصاً پاکستان ایک مایۂ ناز اور سرمایۂ افتخار عالم سے محروم ہو گیا جو واقعی وارث الانبیاء تھا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ آج اس وارث الانبیاء ہستی سے ہم محروم ہو گئے تو جتنے بھی روئیں جتنا بھی افسوس کریں اور جتنا بھی حسرت کریں تو کم ہے۔ آج ہم یتیم ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عالم کی موت عالَم کی فنا ہے۔ فرمایا قیامت سے قبل علماء اٹھا لئے جائیں گے۔ اور جب علماء سے مخلوق محروم ہو جائے گی اور دین سکھانا بند ہو گا تو دین پر عمل بھی بند ہو جائے گا تو قیامت کیوں قائم نہ ہو۔ آج ہم باعمل عالم ایک محقق عالم اور محدث اور ماہر علوم قدیم و جدیدہ اور ہر باطل کے مقابلہ کے لئے دلائل کا انبار لگانے والے ہستی کے سایہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو درجات عالیہ اور مقامات قرب سے نوازے اور ان کے برکات و فیوضات سے ہم سب کو مالا مال کرے ❊

فرقہ روشنیہ اور فری میسن تحریک

روشن دین

فرقہ روشنیہ کے متعلق مؤقر ماہنامہ الحق میں جو تحقیقی مواد شائع ہو رہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اس فرقے کے بعض اہم عقائد سامنے آئے ہیں۔ مولانا مدرار اللہ صاحب کے مضامین کافی دلچسپ اور فکر انگیز ہیں۔ اس فرقے کے متعلق بعض یورپی مورخین نے بھی تحقیق کی ہے اور اس کا رابطہ فری میسن تحریک کی ایک پیش رو تحریک المناٹی سے جوڑا ہے۔ المناٹی (ILLUMNATI) کا ترجمہ روشنیہ ہی بنتا ہے۔

برطانوی محقق آرکون دارول (ARKON DARAUL) نے اپنی کتاب "گذشتہ زمانہ اور آجکل کی خفیہ تنظیموں" کے ضمن میں فرقہ روشنیہ کے بارے میں بعض تفاصیل درج کی ہیں جن کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

دارول لکھتا ہے کہ سولھویں صدی میں افغانستان کے پہاڑوں میں ایک نہایت خفیہ تنظیم روشنیہ کے نام سے قائم کی گئی۔ اس خفیہ سوسائٹی کو بایزید انصاری نے قائم کیا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ مکہ کے ایک انصار خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے خاندان کو دین ابراہیمی اور اسماعیلی سلسلہ کی وہ خفیہ باتیں اور راز معلوم ہیں جو تعمیر مکہ کے وقت اس کے آبا و اجداد کو ملے۔ بایزید کا باپ ایک عام آدمی تھا لیکن بایزید نے ایک اسماعیلی باطنی کی مریدی اختیار کر کے روشانی خیالات کا پرچار شروع کیا۔ باطنی یا ترملی داعی اس زمانے میں ایران کے کئی علاقوں میں سرگرم عمل تھے۔ عبدالحلیم شرر نے اپنے تاریخی ناول فردوس بریں میں ان کے متعلق عمدہ معلومات فراہم کی ہیں۔ موجودہ اسماعیلی سلسلہ اپنے آپ کو باطنیوں سے نسبت دیتا ہے۔

افغانستان کے گورنر کے لئے روشنیہ فرقے کی کاروائیاں تشویش کا باعث بن گئیں ہندوستان کے مغل حکمران اور ایرانی ہمسائے بھی روشنیہ فرقے کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھنے لگے کیونکہ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے کافی سیاسی قوت پیدا کر لی تھی۔ بایزید نے ایک مختصر سا مکتب فکر قائم کر کے

1. ARKON DARAUL, SECRET SOCIETIES, LONDON 1961, P-221 YESTER DAY AND TO DAY.

مافوق الفطرت امور اور باطنیت کی تعلیم کا پرچار شروع کیا۔ روشانی مرید خلوت میں چلا جاتا اور روشنی حاصل کرنے کے بعد داعی بن کر نکلتا۔ اس طریقے سے ابتدائی تین سال کے عرصہ میں پچاس پکے مرید بنائے گئے۔ رفتہ رفتہ روشانیوں کے سیاسی عزائم سامنے آنے لگے۔ ان کی ایک شاخ کے سربراہ نے دوسری شاخ کے سربراہ کو تین خطوط لکھے جن سے واضح ہوتا ہے کہ روشنیہ دنیا کے سماجی نظام کو بدلنے، مخصوص باطنی عقائد پھیلانے اور ایک ایک کر کے دنیا کے تمام ممالک کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے۔

روشنیہ فرقے کی تاریخ اور ان کے مذہبی عقائد کے سلسلے میں بہت سا مواد دستیاب ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے بایزید انصاری کے تحت اس فرقے کے عقائد و احوال پر روشنی ڈالی ہے، اور مؤقر ماہنامہ الحق میں مولانا مدرار صاحب عقائد کی بحث میں اپنا نقطہ نظر پیش کر رہے ہیں۔ ہم اس پس منظر میں نہیں جانا چاہتے بلکہ اس خاص پہلو کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں جو عام طور پر لوگوں کی نظر میں نہیں۔ وارول کی تحقیق کے مطابق بایزید نے ہندوکش افغانستان میں ایک محفوظ پہاڑی علاقے میں ایک قلعہ قائم کیا جس میں ہر طرح کی تعیشات میسر تھیں۔ کئی سپاہی اور تاجر روشن پیر کے مرید بن گئے اور لاکھوں روپیہ قلعے کے انتظام اور فوجی، سیاسی اور جاسوسی نظام کے چلانے کے لئے دیا جاتا رہا، پیر صاحب نے اپنے روحانی تجربات کی بنا پر اعلان کر دیا کہ آخرت کوئی شے نہیں، خوش رہو، کھاؤ پیو، اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو، طاقت حاصل کرو۔ سیاسی اقتدار پر قبضہ کرو اور اپنی نگہبانی کرو۔ تمہیں صرف سلسلہ روشنیہ کی ترقی اور اس سے وابستگی کا اظہار کرنا ہوگا۔ پیر صاحب نے فری میسن کی طرح مریدوں کے لئے مخصوص علامات اور اشارے رکھے جن سے ایک فرد دوسرے کی شناخت کر لیتا تھا۔ انہوں نے مریدوں کو حکم دیا کہ جو شخص خاص اشارے کا جواب نہ دے سکے وہ ان کا شکار ہے۔ ایک اشارہ یہ تھا کہ مرید اپنا ہاتھ ماتھے کے آگے پھیرتا تھا اس کے جواب میں دوسرا روشانی کان کو چھوتا تھا اور اپنی کہنی کو دوسرے ہاتھ کے پیالے میں پکڑتا تھا۔ پیر روشن نے ہشت نگر پشاور میں اپنا مرکز قائم کیا۔ مریدوں کو اپنی طرف سے مختلف نام عطا کئے گئے اپنے لئے چراغ ساز کا لقب اختیار کیا جو دنیا کو روشن کرنے کا فریضہ ادا کر رہا ہے۔ اور چراغ ظلمت کو بجھا رہا ہے۔

مغلوں نے روشن پیر کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھتے ہوئے کابل کے گورنر محسن خان کو ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ گورنر نے گرفتار کر کے پا بہ جولاں ان کو گلیوں میں گھسیٹا تا کہ یہ ثابت ہو کہ پیر صاحب

ؔ جلد اوّل زیر لفظ البایزید انصاری و روشنیہ

کوئی مافوق الفطرت آدمی نہیں ، ان کی آدھی داڑھی اور سر مونڈ دیا گیا ۔لیکن گورنر کے مرشد شیخ عطاری نے انہیں حکم دیا کہ روشن کو فوراً آزاد کر دیا جائے ۔ ورنہ اس پر عذاب آجائے گا ۔ رہائی کے بعد بایزید تیراہ چلا گیا ۔جہاں کافی اثر و رسوخ پیدا کیا ۔ اس علاقے کو فوجی مرکز بنا کر انہوں نے دوبارہ مغلوں سے جنگ لڑی لیکن شکست کھائی اور گمنامی کی موت مر گئے ۔ ان کے بعد ان کے بیٹے عمر انصاری اور عبدالقادر وغیرہ نے اس سلسلہ کے افکار کو باطنی داعیوں کی طرف پر پھیلایا[۲]

ہندوستان کے شمالی علاقوں میں روشانیوں نے کئی سیاسی سازشوں میں حصہ لیا ۔ اور طویل عرصے تک مغل حکمرانوں کے خلاف صف آرا رہے ۔ روشانی داعی مشرق وسطیٰ اور وسط ایشیا کے علاقوں میں بھی اپنے افکار پھیلانے میں مصروف رہے ۔

افغانستان میں مذہبی اور فوجی خطوط پر استوار روشنیہ خفیہ سلسلے کے تتر بتر ہونے کے چالیس سال بعد اسی نام (روشنیہ) سے جرمنی میں آدم وایشاپ (ADAM WEISHAUPT) نے المنائی کی بنیاد رکھی ۔ آدم قانون کا پروفیسر تھا ۔ تاریخ اور عقائد کی ایک حیرت انگیز مماثلت روشنیہ اور المنائی میں موجود ہے جو اہل تحقیق کے لئے کھلا چیلنج ہے ۔ جرمن روشانی شاخ کے قیام کے بعد سپین میں اس کا قیام عمل میں لایا گیا اور اسکی مقبولیت کے پیش نظر ۱۶۲۳ء میں مسیحی نظام کلیسا کی سب سے بڑی عدالت نے اسکی تکذیب کی ۱۶۵۴ء میں فرانس میں المنائی قائم ہو گئی ۔

دارول کہتا ہے کہ اگرچہ ہمیں ایسے ماخذات اور مسودات نہیں مل سکے جن سے جرمن روشانی اور افغانستان کی روشانی تحریک کے درمیان کڑیاں ملائی جا سکیں لیکن نام عقائد اور خفیہ تنظیمی ڈھانچے میں از حد مماثلت کسی بحث کی محتاج نہیں ۔ یہ ایسے ٹھوس ثبوت ہیں جو محض اتفاق نہیں ہو سکتے ۔ دیگر امور سے قطع نظر اگر ہم افغان روشنیہ اور مغربی المنائی کے کلینڈر (تقویم) کا تقابلی مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مغربی روشانیوں کا وہی کلینڈر ہے جو افغانستان کے قریبی ایرانی علاقوں میں رائج تھا ۔ المنائی کا سال نو وہی تھا جو ایرانی افغان کا نوروز کا تہوار تھا ۔ اس کے علاوہ روشنیہ فرقے میں اونچا درجہ ملک یا بادشاہ حاصل کرنے کے لئے جو آٹھ مدارج رکھے گئے تھے وہی المنائی نے اور فری میسنری میں رائج ہوئے ۔ دارول لکھتا ہے کہ وہ آٹھ درجے مندرجہ ذیل تھے ۔

روشنیہ	سالکؔ	مریدؔ	فقیرؔ	عارفؔ	خواجہؔ	امیرؔ	امامؔ	ملکؔ
جرمن المنائی	APPRENTICE	FELLOW-CRAFT	MASTER	ILLUMNATUS MAJOR	ILLUMNATUS DIRIGENS	PRINCE	PRIEST	KING

---

[۲] تفصیل کے لئے دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی زیر لفظ روشانی ملاحظہ ہو ۔

جن نیم تصوفانہ اصطلاحات کو روشنیہ نے اپنے خفیہ سلسلہ کو پھیلانے کے لیئے استعمال کیا۔ وہی اصطلاحات جرمن روشنیہ اور فری میسن نے اختیار کیں۔ ان میں سے اکثر درجات آج بھی فری مین تنظیمیں اپنائے ہوئے ہیں۔ روشنیہ نے جو مدارج مقرر کیئے ہیں وہ دوسرے طریقت کے سلسلوں سے مختلف ہیں۔ پہلے تین درجوں میں سالک روشنی کی تلاش میں مجاہدات کرنا اور حیا، حافظہ، قوی وغیرہ کو استعمال میں لانا ہے۔ جرمن المنائی نے ان درجوں کے ذریعے خفیہ ممبر تیار کیئے جب یہ ممبر PRIEST یا مبلغ کے درجے پر پہنچ جاتے تو ان کو ایک خفیہ مقام پر لے جایا جاتا جہاں ایک تخت بچھا ہوتا جس پر شاہی نشانات اور علامات کندہ ہوتے۔ مبلغ کو کہا جاتا کہ وہ تخت پر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے اگر وہ انکار کرے تو اسے سلام کرکے اسکی تقدیس کے نعرے لگائے جاتے۔ یہ مبلغ ایک خاص نشان کے تحت دوسرے مبلغوں سے اپنا تعارف کراتا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر سر پر رکھنے سے روشنیہ المنائی مبلغ ایک دوسرے کی دور دراز علاقوں میں شناخت کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ہاتھ ملاتے وقت ہتھیلی کو چوڑا کرتے اور انگوٹھا سیدھا رکھتے جب کہ دوسرا شخص اپنا انگوٹھا انگلیوں میں دبا کر ہاتھ ملاتا۔

جرمن روشنیہ کا شہزادہ PRINCE سیاست میں بھرپور حصّہ لیتا تھا۔ لیکن بڑے خفیہ انداز سے یہ کاروائی عمل میں لائی جاتی جس کمرے میں شہزادے کو خفیہ سلسلے میں یہ مقام اور اعزاز بخشا جاتا اس کو سرخ پردوں سے سجا دیا جاتا۔ شہزادہ سرخ اور سفید لباس پہن کر آتا اس کے بعد خصوصی تقریب منعقد کی جاتی۔ ۱۷ ویں صدی کے فری میسن انہیں خطوط پر خفیہ کارکن تیار کرتے تھے جو خطرناک سیاسی سازشوں میں حصہ لیتے۔ یاد رہے فری میسن تحریک جس پر حال ہی میں پاکستان میں پابندی عائد کی گئی ہے۔ یہودی سازش کا ایک حصّہ ہے اور صیہونی تحریک کے آغاز ۱۸۹۷ء سے قبل اس تحریک کے ذریعے یہود نے عالم اسلام کے خلاف نہایت گھناؤنی سازشیں کیں۔ امریکہ اور مغربی دنیا میں آج بھی یہ تحریک نہایت زور شور سے جاری ہے۔

۱۷۸۶ء میں جرمن روشانی سلسلے کے ایک ممتاز وکیل زواک کے گھر پر پولیس نے بعض شکوک کی بنا پر چھاپہ مارا اور اس خفیہ تحریک کے بارے میں کئی معلومات حاصل کیں۔ اس بات کا انکشاف بھی ہوا کہ بڑے بڑے آدمیوں کو روشنیہ عورتوں کے ذریعہ رام کیا جاتا۔ اس کے لئے ایک وسیع منصوبہ بنایا گیا تھا اور کئی عورتوں کے سلسلے میں شامل کیا گیا تاکہ مغربی روشنیہ کے خفیہ عزائم کو پروان چڑھایا جا سکے۔ ابتدائی درجوں کے لوگ ابجد کے طرز پر مندرجہ ذیل حروف کی مدد سے خفیہ پیغامات کا تبادلہ کرتے۔

A	B	C	D	E	F	G	H	I J	K	L	M	N	O	P	Q	R	S	T	U V	W	X	Y	Z
12	11	10	9	8	7	6	5	4	3	2	1	13	14	15	16	17	18	19	20	21	22	23	24

سلسلہ کے اونچے درجات کے خفیہ پیغامات اور خط و کتابت کے لئے اے۔ بی۔ سی وغیرہ
کے مقابل کئی طرز کی علامات اختیار کی جاتیں مثلاً A B C D اس انداز سے لکھی گئی تحریر صرف وہی
پڑھ سکتے تھے جو ان علامات اور خفیہ کوڈ کو جانتے ہوں۔ ایک دو تین چار وغیرہ کے لئے مندرجہ ذیل
خفیہ علامتیں مروج تھیں۔ 1 2 3 4 5 6

رواک کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک دستاویز بھی ملی جس میں اس نے ایک ایسا صندوق بنانے کا
دعویٰ کیا تھا جس کو اگر کھولنے کی کوشش کی گئی تو وہ دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔ اس کے پاس
سینکڑوں اہم شخصیات کی مہریں تھیں ایک اور جرمن روشانی بیرن باسس BARON BASSUS
کے ایک خفیہ منصوبے کی تفصیلات بھی ملیں جن کے تحت اس خفیہ سلسلے کو پھیلانے کے لئے جوان
خوبرو لڑکیوں کو سلسلے میں داخل کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا۔ ایک اور خط میں جوان لڑکیوں کو متاثر کرنے کی
تدابیر درج تھیں۔ جرمن سے المنائی سلسلے کے تخریب کاروں کو نکال دیا گیا تو فرانس میں انہوں نے مراکز
قائم کر لئے پیرس کی فری میسن تحریک جو یہود کی مالی امداد اور خفیہ اعانت اور سرپرستی میں جاری تھی ان کی سب
سے بڑی پشت پناہ ثابت ہوئی۔

روشانی اور المنائی کی مماثلت و مشابہت، علامات کے ذریعے اظہار خیال اور مخصوص افکار کا
پرچار غور طلب امور ہیں یہ محض قیاسات و اتفاقات نہیں تاریخی حقائق اور فکر انگیز امور ہیں۔ فری میسن
تحریک کا آج تک روشنیہ اور باطنی خفیہ نظام سے استفادہ کرکے ان کی طرز پر جدید وضع کا ایک سلسلہ
قائم کرنا باعث حیرت ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور سے لیکر بیسویں صدی تک یورپی استعمار اور اسلام دشمن
طاقتوں نے جن جن تحریکوں کی پشت پناہی کی اور ان تحریکوں کے بانیوں اور جانشینوں نے جسطرح ملت
اسلامیہ میں تفریق و انتشار کے بیج بوئے اس پر سیر حاصل تحقیق کی ضرورت ہے۔ ہم اکثر اوقات، بعض
مخصوص عقائد یا متصوفانہ افکار کی بنا دپر کسی سلسلے یا مذہبی مکتب فکر کو مورد الزام گردانتے رہتے ہیں اور
ایسی تحریکوں کے سیاسی پہلوؤں اور حصول اقتدار کے لئے اختیار کئے گئے طریقوں کو زیر بحث نہیں لاتے
حالانکہ ہندوستان، ایران اور مغربی ایشیا میں بہت سی روحانی و مذہبی تحریکوں کے پیچھے سیاسی عوامل
کارفرما تھے۔ مذہب کو حصولِ اقتدار کا ذریعہ بنایا گیا اور غیر مسلم تخریبی قوتوں سے ساز باز کرکے اسلامی
وحدت کو پارہ پارہ کیا گیا ہندوستان کی خانہ ساز نبوت اور ایران کی بابی و بہائی تحریک اس کی واضح مثالیں
ہیں۔ روشنیہ فرقے کے علمی محاسبے کے ساتھ ساتھ سیاسی محاسبے کی اشد ضرورت ہے تاکہ اس کو جنم
دینے والے اصل عوام کے سامنے آسکیں۔

■■

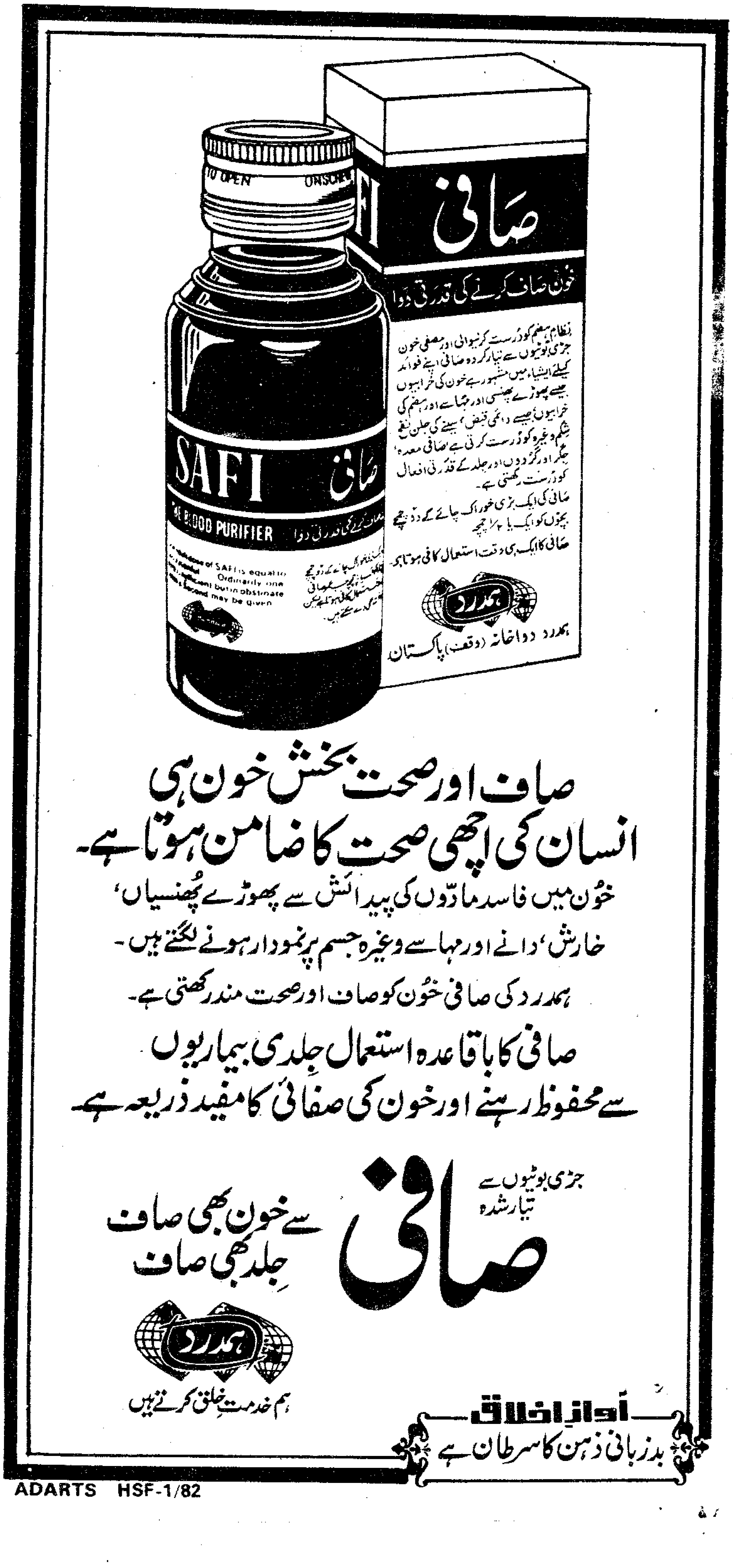

ADARTS HSF-1/82

بحث ونظر

سید شبیر احمد کاکاخیل۔ نیلور

کمپیوٹر کے ذریعہ اوقات نماز کا تعین

حسب وعدہ نمازوں کے اوقات پر مضمون پیش کر رہا ہوں۔ اس کا انداز کچھ ایسا رکھا گیا ہے کہ اس پر تنقید تو صرف ماہرین فن اور علمائے کرام کریں۔ لیکن ایک عام آدمی کے لئے مفید ہے۔ بعض الفاظ خالص فنی ہیں۔ کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عام فہم بن جائیں۔ لیکن چونکہ کسی فن میں مستعمل لفظ کا تبدیل کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے ان کو برقرار رکھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب کہ باقی مضمون عام قارئین بھی پڑھ سکتے ہیں۔ چونکہ اس مضمون کی حیثیت علمائے کرام اور ماہرین فن سے استفتا کی ہے۔ اس لئے علماء اور ماہرین فن اس پر اظہار خیال فرمائیں۔ اور اگر ضروری ہو تو دلائل کے ساتھ گرفت بھی فرمائیں اگر دو ماہ تک اس پر کوئی تبصرہ موصول نہ ہوا تو اسے اشاعت کے قابل سمجھ کر شائع کر دیا جائے گا۔

سید شبیر احمد کاکاخیل، بلاک ۱۶۔ ڈی۔ پنسٹک کالونی۔ نیلور راولپنڈی

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۔ سب سے زیادہ تعریف کی مستحق وہ ذات ہے جس نے انسان کو سوچنے کے لئے دماغ اور عمل کے لئے ارادہ دیا۔ انسان اپنی اس صلاحیت کے بل پر نئی نئی باتیں سوچتا ہے اور اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ اور جب اس کا ارادہ ذات عالی کے ارادے کی تائید پا لیتا ہے تو عمل وجود میں آجاتا ہے۔ اسی صلاحیت کی بدولت نئی نئی چیزیں ایجاد ہوتی ہیں۔ ان ایجادات میں اکثریت ایسی ایجادات کی ہوتی ہے کہ ان کی اچھائی اور برائی ان کے استعمال پر موقوف ہوتی ہے۔ ان کی اچھائی کے لئے استعمال ان کو اچھا اور برائی کے لئے استعمال ان کو برا بنا دیتی ہے۔ گویا ایک ہی چیز ایک کے لئے جنت کا زینہ اور دوسرے کے لئے دوزخ کا دروازہ بن سکتی ہے۔

کمپیوٹر بھی ان میں سے ایک ہے۔ کمپیوٹر کا فن جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ مشین ان حسابات کے لئے جن میں ایک ہی قسم کا حساب بار بار کرنا پڑے بڑا مفید ہوتا ہے اور نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے فن کے جاننے والے

جانتے ہیں کہ ان میں ایک ہی وقت، کا سال ۳۶۵ دنوں کے لئے حساب کیا جاتا ہے ۔ اور پھر چھ یا سات اوقات کے لئے مکرر یہی کرنا پڑتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نمازوں کے اوقات کے حساب میں سب سے مشکل ہے وہی کمپیوٹر کے لئے سب سے زیادہ آسان ہے ۔ ان کا آپس میں اس مناسب ترین جوڑ کی وجہ سے ان لوگوں کے ذہن میں جو دونوں کا فن جانتے ہیں یہ بات آنا بالکل قدرتی ہے کہ کیوں نہ اوقات کے حساب کے لئے کمپیوٹر کا استعمال کیا جائے ۔

سال کے ۳۶۵ دنوں کے اوقات کا حساب بمعہ جملہ تفصیلات کے کرنے کے لئے کمپیوٹر کو صرف بارہ تیرہ سیکنڈ درکار ہوں گے بشرطیکہ ان حسابات کا طریقہ کمپیوٹر کو اس کی زبان میں ازبر کرایا جائے ۔ اس عمل کو پروگرامنگ کہتے ہیں اور جن الفاظ و ترتیب کے ذریعے یہ کیا جاتا ہے اس کو پروگرام (PROGRAM) کہتے ہیں۔

احقر نے کمپیوٹر کی اس افادیت کے پیش نظر نمازوں کے اوقات کے لئے کمپیوٹر کا پروگرام تیار کرنے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے قدم قدم پر راہ نمائی فرمائی اور اس فن پر کتابیں بہت آسانی سے مل گئیں ۔

ڈاکٹر کمال ابدالی صاحب کا کام اس معاملے میں پہلا زینہ ثابت ہوا (ڈاکٹر صاحب امریکہ میں ایک یونیورسٹی کے کمپیوٹر کے شعبے کے استاد ہیں) مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کے احسن الفتاویٰ جلد دوم سے بھرپور استفادہ کیا ۔ اور آخیر میں پروفیسر عبداللطیف کی تحقیق "صبح صادق و صبح کاذب" کے مطابق اس میں ضروری رد و بدل کیا ۔ نمازوں کے اوقات کا حساب اصولی طور پر کچھ زیادہ مشکل نہیں ۔ بس چند کلیات کا مدون اصولوں کے تحت استعمال کرنا پڑتا ہے ۔ ان میں بعض اصول متفق علیہ ہیں ۔ جیسے طلوع وغروب و زوال کے اوقات کے اصول سب کے ہاں یکساں ہیں ۔ عصر میں مثل اول اور مثل ثانی کے علاوہ کوئی اختلاف نہیں ۔ عشا میں شفق احمر و شفق ابیض کا اختلاف ہے ۔ لیکن عموماً نماز عشاء کا شفق ابیض کے بعد پڑھنا بہتر بتایا جاتا ہے کہ احوط ہے ۔ البتہ صبح صادق اور شفق ابیض کے تعین میں بعض حضرات کا جن میں مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ اور پروفیسر عبداللطیف صاحب کے نام سرفہرست ہیں کا آپس میں اختلاف ہے ۔ مفتی رشید احمد صاحب ان کا دخول ۱۵ درجہ زیر افق پر سمجھتے ہیں ۔ جب کہ پروفیسر صاحب ان کو ۱۸ درجہ زیر افق کے مطابق داخل بتاتے ہیں ۔ ہم عامیوں کے لئے تو اس اختلاف میں یہی طریقہ بہتر لگتا ہے کہ سحری کے اوقات میں تو پروفیسر صاحب کی تحقیق کا اتباع کیا جائے جب کہ صبح کی اذان و نماز میں مفتی رشید احمد صاحب کی تحقیق کا خیال کیا جائے ۔ اور اسی طرح عشاء کے اوقات میں مغرب کی نماز کا آخری حد مفتی صاحب کی تحقیق کے مطابق کی جائے اور نماز عشاء کے لئے پروفیسر صاحب کی تحقیق پر عمل ہو ۔

ہر دن کے اوقات زوال اور ہر وقت کے میل شمس کے درجات کا حساب دوسری نمازوں کے اوقات کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ مشکل ہے شاید اس وجہ سے ان کے لئے بنے بنائے جدول استعمال کئے جاتے تھے ۔ کمپیوٹر کے لئے اس مشکل پر قابو پانا آسان تھا ۔ اس لئے ڈاکٹر صاحب نے اس کا ادراک کر کے میل شمس کے درجات اور اوقات زوال

معلوم کرنے کا کمپیوٹر پر وگرام لکھا۔ احقر کو یہ طریقہ پرانے طریقے سے بہتر لگا۔ کیونکہ اس میں اوقات پر فقط دوپہر کے میل شمس کے درجات کے استعمال کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اور محسوبہ اوقات پر زیادہ اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ احقر نے اس پروگرام کے استعمال کے فیصلے سے پہلے اس کے ہر ہر جزء کا جائزہ لیا اور باقاعدہ تجزیہ یہ انحراف طبعی ERROR ANALYSIS کا پروگرام تیار کرکے اس کو ہر طرح سے پرکھا تب اندازہ ہوا کہ اس طرح کے حساب کے نتائج پرانے طریقہ حساب کے نتائج سے ان شاء اللہ بہتر ہوں گے۔ اب یہی طریقہ حساب احقر کے پروگرام کا جزء ہے۔

اوقات کا حساب کرنے کے بعد چارٹ کی صورت میں اس کا عوام کے سامنے پیش کرنا اس سلسلے کا دوسرا مرحلہ ہوتا ہے۔ کافی سوچ بچار کے بعد جو صورت سمجھ میں آئی ہے وہ کچھ یوں ہو گی۔

۱۔ ہر مہینے کے لئے چھ اوقات فجر (صبح صادق) طلوع آفتاب۔ ظہر، عصر حنفی، غروب آفتاب اور عشاء حنفی کے اوقات دیئے جائیں گے۔ فجر اور عشاء حنفی کے اوقات ۱۸ درجہ زیر افق کے مطابق ہوں گے۔ اور ظہر کا وقت زوال کے وقت میں مکروہ وقت کا آدھا جمع کرنے سے حاصل ہو گا۔

۲۔ طلوع آفتاب اور ظہر میں ضروری احتیاط شامل کی جائے گی۔ اس لئے ان کے دئے ہوئے اوقات میں مزید احتیاط کی ضرورت نہیں ہو گی۔ جب کہ باقی اوقات میں جتنی احتیاط کی ضرورت ہو گی نیچے تحریر کیا جائے گا۔

۳۔ پورے سال میں جو زیادہ سے زیادہ مکروہ وقت بعد طلوع۔ مکروہ وقت دوران زوال اور مکروہ وقت قبل غروب ہو گا۔ چارٹ کے نیچے دیا جائے گا۔

۴۔ ہر مہینے کے لئے مندرجہ ذیل معلومات ایک علیحدہ جدول میں دئے جائیں گے۔

و:۔ ضحوہ کبریٰ کا مہینے میں کم از کم وقت (روزے کی نیت کی حد)

ب:۔ انتہائے ثلث اللیل اول کا کم سے کم وقت (عشاء کے مستحب وقت کی آخری حد)

ج:۔ شفق احمر اور شفق ابیض کے اوقات کے درمیان کم سے کم وقت منٹوں میں۔

۵۔ مشرق یا مغرب میں فاصلہ کلومیٹر میں جس پر ایک منٹ اوقات کم یا زیادہ ہوں گے۔ یہ بھی چارٹ کے نیچے دیا جائے گا۔

۶۔ یہ چارٹ ایک ایسے مربع جس کا ایک ضلع ۲۰ کلومیٹر ہو کے لئے یکساں استعمال ہو سکے گا۔ اس علاقے کے طول بلد و عرض بلد کے حدود چارٹ کے اوپر بتا دئے جائیں گے۔ ساتھ ہی اس علاقے میں قبلہ شمال یا جنوب کے ساتھ جتنا زاویہ تقریباً بنائے گا دیا جائے گا۔ اس مربع کے اندر اندر بنائے ہوئے احتیاط سے زیادہ اور احتیاط کی ضرورت نہیں ہو گی البتہ بتلائے ہوئے عرض بلد کی حدود کے اندر اندر مشرق و مغرب کی سمت میں اگر مربع کے مرکزی مقام سے فاصلہ ۱۴ کلومیٹر سے بڑھ جائے تو نمبر ۵ کے دئے ہوئے عدد کے مطابق اس کی اوقات کی تصحیح لازمی ہو گی۔ نمبر ۵ میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کتنے کلومیٹر پر ایک منٹ اوقات آگے پیچھے ہوں گے۔

اب چارٹ کی معلومات کے اصول کے ذرائع ترتیب وار بتلائے جاتے ہیں۔

۱۔ فجر و عشاء کی ۱۸ درجہ کی تحقیق پروفیسر عبداللطیف صاحب کی کتاب "صبح صادق و صبح کاذب" سے لی گئی ہے۔

۲۔ احتیاط کی مقدار معلوم کرنے کے لئے باقاعدہ تجزیہ انحراف طبعی ERROR ANA EVSIS کا ایک کمپیوٹر پروگرام لکھا گیا اس میں اوقات میں جس رخ سے بھی کوئی غلطی یا فرق ممکن تھا کا حساب لگایا گیا اور اس طرح مختلف وجوہات کی بنا پر محسوبہ اوقات میں جتنا فرق ممکن تھا معلوم کیا گیا۔ چونکہ یہ فرق یک طرفہ نہیں تھا۔ اس لئے احتیاط کے زمرے میں شامل کیا گیا۔ اس پروگرام میں افراط و تفریط سے بچنے کے لئے سیکنڈوں کی حد تک خیال رکھا گیا۔ تاکہ نہ تو عوام پر ضرورت سے زیادہ احتیاط کا بوجھ ڈالا جائے اور نہ ان کو اتنا آزاد چھوڑا جائے کہ اوقات کی صحت ہی خطرے میں پڑ جائے۔

۳۔ مکروہ اوقات کے بارے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی تحقیق استعمال کی گئی (احسن الفتاوی جلد ۲)

۴۔ شفق احمر کی تحقیق ذاتی مشاہدات مفتی صاحب کی تحقیق اور مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب کے مشوروں پر مبنی ہے۔ احقر کو مشاہدات سے یہ ساڑھے بارہ درجہ زیر افق پر غروب ہوتا محسوس ہوا ہے۔ جب کہ مفتی صاحب کی تحقیق ۱۲ درجہ کی ہے۔ لیکن ۱۲ درجہ کے بعد بھی سرخی کا کچھ اثر واضح محسوس کیا گیا۔ مشاہدات میں احقر کے کچھ رفقاء نے بھی مدد کی۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب اس کو مختلف موسموں اور علاقوں میں مختلف بتلاتے ہیں۔ اور اس کی حد ساڑھے بارہ درجہ سے ساڑھے سولہ درجہ فرماتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو جہاں تک مغرب کی نماز کا مسئلہ ہے احقر کی تحقیق ان میں محتاط ترین ہے

۵۔ خط استوا میں دوری کے ساتھ ساتھ طول بلد کے درجات میں تنگی آتی جاتی ہے۔ یعنی ان کے بیچ کا فاصلہ گھٹتا جاتا ہے۔ اگر کسی عرض بلد پر ایک درجہ طول بلد کا فاصلہ کلومیٹر میں معلوم ہو تو چونکہ ایک درجہ طول بلد پر چار منٹ کا فرق پڑتا ہے تو اس سے آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک منٹ کا فرق کتنے کلومیٹر پر پڑے گا۔

اب تھوڑا سا تجزیہ انحراف طبعی ERROR ANA EVSIS کے پروگرام کے بارے میں بتایا جاتا ہے

انحراف طبعی دو قسم کا ہوتا ہے پہلی قسم میں انحراف کسی آلے میں خرابی یا حساب میں کچھ پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے سادہ کلیات کے استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس میں ظاہری نتائج حقیقی نتائج سے مختلف ہوتے ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے کہ آلہ صحیح ہے یا حساب درست ہے لیکن جن حالات کی بنیاد پر اندازہ لگایا گیا ہے وہ حالات نہیں رہے۔ بلکہ ان میں کچھ فرق آ گیا۔ مثلاً کسی کمرے کا تھرمامیٹر کے ذریعے درجہ حرارت معلوم کیا جائے تو اگر ہم کہیں کہ اس کمرے کا درجہ حرارت یہ ہے تو بظاہر یہ غلط نہیں ہے۔ لیکن اس کی دقیق جائزے کی اگر ضرورت ہو تو پتہ چلے گا کہ یہ یہ درجہ حرارت تو صرف اس مقام کا ہے جہاں پر تھرمامیٹر لگایا گیا ہے۔ اور اس سے چند میٹر اوپر درجہ حرارت وہ نہیں ہے جو دکھایا گیا ہے۔ نمازوں کے اوقات میں انحراف طبعی زیادہ تر اس نوعیت کی ہے۔ اوقات کا حساب کچھ طول بلد اور میل شمسی

بالکل صحیح ہوں۔ اور خاص اسی طول بلد و عرض بلد کے لئے ان کے اوقات استعمال ہوں تو پھر تو حساب کی اگر کوئی غلطی نہ ہو تو ان اوقات کا من وعن استعمال صحیح ہے۔ لیکن اگر میل شمسی کے درجات میں کچھ فرق ہو یا ان اوقات کا استعمال اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ کے لئے ہو تو صحیح ہے۔ لیکن اگر میل شمسی کے درجات میں کچھ فرق ہو یا ان اوقات کا استعمال اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ کے لئے ہو تو لامحالہ کچھ نہ کچھ فرق ضرور پڑے گا۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حساب چونکہ درست ہے اس لئے یہ اوقات یہاں پر بھی درست ہے بلکہ دیکھا جائے گا کہ اس مقام کی دوری اس مقام سے کتنی ہے جس کے لئے حساب کیا گیا ہے۔ اور اس سال کے میل شمس کے درجات سے جن کی بنیاد پر حساب کیا گیا اور اس سال کے میل شمس کے درجات میں کتنا فرق ہے جس کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

انحراف طبعی کے تجربے کے کمپیوٹر کے پروگرام میں یہی کیا گیا کہ جس علاقے کے لئے اوقات کا استعمال ہوتا ہے اس کے حدود کے طول بلد و عرض بلد کا حساب میں استعمال شدہ طول بلد و عرض بلد میں جتنا فرق ہے اس کی وجہ سے اوقات میں زیادہ سے زیادہ جتنا فرق ہے کا تجزیہ کیا گیا دوسری طرف مختلف سالوں (۱۹۸۳ سے لے کر ۲۰۰۰) تک کے لئے ہر سال کے اوقات کا حساب کرکے ان کا فرق ان اوقات کے ساتھ معلوم کیا گیا جو کسی خاص سال کے میل شمس کے درجات کی بنیاد پر معلوم کئے گئے تھے۔ ساتھ ہی اس خاص سال میں بھی تبدیلی کرکے دیکھی گئی کہ کون سا سال بہتر ہوگا جس کے اوقات کا ۱۹۸۳ سے لے کر ۲۰۰۰ تک کے اوقات کے ساتھ کم سے کم فرق ہو۔ ظاہر ہے یہ چیز کمپیوٹر کے بغیر ممکن نہیں تھی اس لئے احقر نے سب سے زیادہ زور اس پر دیا تاکہ روز روز کے شبہات کی بدولت مزید احتیاطوں سے محفوظ رکھیں اس نتائج الحمد للہ بڑے اچھے ثابت ہوئے۔

پتہ چلا کہ — ا۔ سال ۱۹۹۸ء کے میل شمسی کے درجات کا استعمال سب سے زیادہ مناسب ہے۔

ب۔ انحراف طبعی کی مقدار خط استوا پر سب سے کم اور شمال یا جنوب کی طرف بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔

ج۔ اگر ۲۸ کلومیٹر کے ضلع کے مربع علاقے کے لئے چارٹ مرتب کیا جائے تو اوقات کے نتائج سے زیادہ سے زیادہ انحراف کراچی کے لئے فقط دو منٹ اور پشاور کے لئے ڈھائی منٹ ہوگی۔ اس انحراف میں تقریبات کا وقت بھی شامل کیا گیا۔ یعنی سیکنڈوں کو حذف کرنے کا اثر وغیرہ۔ یہ انحراف زیادہ سے زیادہ ہے۔ اور صبح اور عشاء کے اوقات میں ہے۔ باقی اوقات میں انحراف اس سے بھی کم ہے۔ لیکن ان کے لئے علیحدہ انحراف دینے سے عوام کے ذہنوں پر مزید بوجھ ہوگا۔ اس لئے اسی زیادہ سے زیادہ پر اکتفا کیا گیا۔

طلوع میں چونکہ اضافی احتیاط سے بچنا زیادہ ضروری ہے اس لئے باقی اوقات کے برعکس اس میں سال کے زیادہ سے زیادہ انحراف کے بجائے ہر دن کا انحراف معلوم کیا گیا اور اسی دن کے طلوع کے اوقات سے منہا کرکے اوقات ظاہر کئے گئے۔ اس طرح ظاہر شدہ اوقات میں اضافی احتیاط کم سے کم لیکن صحیح ترین بنیادوں پر ہوگی۔ اب طلوع آفتاب کے

اوقات میں مزید احتیاط کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ظہر کے اوقات کے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔ لیکن اس میں اسی دن کے مکروہ وقت کا آدھا بھی ساتھ جمع کیا گیا۔ اس طرح ظہر کے اوقات بھی ظہر کی نماز کے لئے بلا تردد قابل استعمال بن گئے۔

احقر کا یہ بھی خیال ہے کہ سارے چارٹوں میں احتیاط تین منٹ رکھا جائے۔ تو جنوبی علاقوں کے لئے یہ چارٹ شمالی علاقوں کی نسبت زیادہ بڑے علاقوں کے لئے قابل استعمال ہوں گے۔ مثلاً کراچی میں مندرجہ بالا مربع علاقے کے لئے احتیاط فقط دو منٹ ہونی چاہیئے۔ اگر اس احتیاط کو تین منٹ کر دیا جائے تو اس سے بڑے مربع کے لئے یہ چارٹ استعمال ہو سکے گا۔ اس صورت میں کمپیوٹر کسی جگہ کا چارٹ بناتے وقت انحراف معلوم نہیں کرے گا بلکہ انحراف کو تین منٹ فرض کر کے علاقے کی حدود کا تعین کرے گا۔ انشاء اللہ

نمونے کے طور پر اب کراچی کے لئے جولائی کے مہینے کا چارٹ علمائے کرام اور ماہرین فن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اوقات طاق تاریخوں کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ جگہ کم گھیرتی ہے اور جفت تاریخوں کے لئے طاق تاریخوں کے اوقات کا اوسط نکالنا کوئی مشکل نہیں۔ دو منٹ کے احتیاط کے ساتھ اس چارٹ کی حدود استعمال ۲۵-۲۴ سے لے کر ۵-۲۵° عرض بلد تک اور ۵-۶۶° سے لے کر ۲-۶۷° طول بلد تک ہیں۔ اس سے زیادہ فاصلے کے بعد ہر کلومیٹر مغرب کی طرف ۲۵ سیکنڈ اوقات بڑھیں گے۔ اور مشرق کی طرف ہر کلومیٹر پر ۲۵ سیکنڈ اوقات میں کمی ہو گی۔ یہ چارٹ ۲۰۰۰ء تک مجوزہ احتیاط کے ساتھ کار آمد ہو گا۔ اس کے لئے قبلہ شمال کے ساتھ ۲۴۰ — ۹۳° زاویہ بناتی ہے ـــــ مزید معلومات کے جدول میں جولائی کے مہینے کے لئے یہ لکھا گیا ہے۔

ضحوۂ کبریٰ یا شرعی نصف النہار کا وقت ۱۱ بج کر ۱۵ منٹ پر ہو گا۔

انتہائے ثلث اللیل اول کا وقت ۱۰ بج کر ۲۳ منٹ ہو گا۔

عصر شافعی اور عصر حنفی کے درمیان زیادہ سے زیادہ فرق ۱۸ منٹ رہے گا۔

شفق احمر اور شفق ابیض کے درمیان زیادہ سے زیادہ فرق ۳۰ منٹ رہے گا۔

پورے سال میں زیادہ سے زیادہ

ا۔ مکروہ وقت بعد طلوع ۲۴ منٹ ہے۔

ب۔ مکروہ وقت دوران زوال ۴ منٹ ہے۔

ج۔ مکروہ وقت قبل غروب ۲۱ منٹ ہے۔

مفتی رشید احمد صاحب کی تحقیق کے مطابق اوقات (پندرہ درجہ زیر افق کی تحقیق) دکھائے گئے صبح صادق کے اوقات سے ۱۶.۵ منٹ بعد شروع ہوں گے:

صرف کراچی کے لئے یہ چارٹ استعمال ہو سکتا ہے

"جولائی"

عشاء حنفی	غروب آفتاب	عصر	ظہر	طلوع آفتاب	فجر	شمسی تاریخ
۸-۵۴	۷-۲۵	۵-۱۸	۱۲-۳۹	۵-۴۵	۴-۱۷	۱
۸-۵۴	۷-۲۵	۵-۱۹	۱۲-۳۹	۵-۴۵	۴-۱۸	۳
۸-۵۳	۷-۲۵	۵-۱۹	۱۲-۴۰	۵-۴۶	۴-۱۹	۵
۸-۵۳	۷-۲۵	۵-۱۹	۱۲-۴۰	۵-۴۷	۴-۲۰	۷
۸-۵۲	۷-۲۵	۵-۱۹	۱۲-۴۰	۵-۴۸	۴-۲۲	۹
۸-۵۲	۷-۲۴	۵-۱۹	۱۲-۴۰	۵-۴۹	۴-۲۳	۱۱
۸-۵۱	۷-۲۴	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۴۹	۴-۲۴	۱۳
۸-۵۰	۷-۲۳	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۰	۴-۲۵	۱۵
۸-۴۹	۷-۲۳	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۱	۴-۲۶	۱۷
۸-۴۸	۷-۲۲	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۲	۴-۲۸	۱۹
۸-۴۷	۷-۲۱	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۳	۴-۲۹	۲۱
۸-۴۶	۷-۲۱	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۴	۴-۳۰	۲۳
۸-۴۴	۷-۲۰	۵-۱۹	۱۲-۴۱	۵-۵۵	۴-۳۲	۲۵
۸-۴۳	۷-۱۹	۵-۱۸	۱۲-۴۱	۵-۵۶	۴-۳۳	۲۷
۸-۴۲	۷-۱۸	۵-۱۸	۱۲-۴۱	۵-۵۷	۴-۳۴	۲۹
۸-۴۰	۷-۱۶	۵-۱۸	۱۲-۴۱	۵-۵۸	۴-۳۶	۳۱

آفسٹ۔ نیگیٹو۔ پازیٹو۔ لائن۔ ہاف ٹون
ٹرائی کلر۔ بلاک۔ سینما سلائیڈ اور بلاک
آفسٹ پرنٹنگ کے لیے

اورینٹ پروسیس
چوک داتا صاحب ○ راوی روڈ۔ لاہور
تشریف لائیے

دِلکش
دِلنشین
دِلفریب
کہکشاں پرنٹس
جال ۳۰۰۰ پاپلین
جال ۵۰۰۰ لان
حسین کے پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات، شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

SOHRAB
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

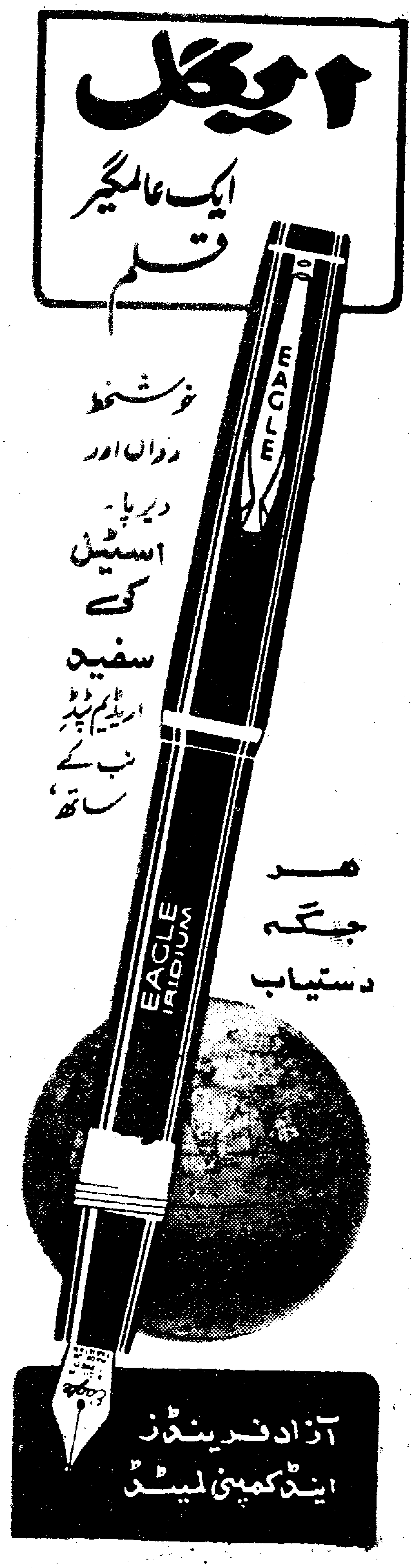

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب
کے
ساتھ،
EAGLE
EAGLE
IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

از پروفیسر سید حبیب الحق ندوی
ڈربن یونیورسٹی۔ جنوبی افریقہ

اسلام — اور — مستشرقین

حرفِ آغاز: اسلام، اسلامی تاریخ اور امتِ مسلمہ کی رہبری کا سرچشمہ چونکہ قرآن مجید یعنی کلام الٰہی رہا ہے
اس لئے اسلام اور مستشرقین کے مطالعہ میں بھی اگر اسی مرجع و مصدر کی جانب رجوع کیا جائے تو زیادہ
مفید ثابت ہوگا۔ لفظ مستشرق کی لغوی و نحوی تفسیر و تحلیل کی جا سکتی ہے۔ اور باب استفعال سے خواص کی
تعیین کے بعد استشراق پر جرح و تعدیل بھی ممکن ہے۔ مگر راقم الحروف اس پورے مسئلہ کو نئے زاویہ سے حل
کرنے کی تائید میں ہے۔ اور وہ قرآنی زاویہ ہے۔ اگر آج بھی قرآن کریم امتِ مسلمہ کی فکر کا نقطۂ آغاز اور منتہائے
پرواز بن جائے جس طرح قرونِ اولیٰ کے مومنین با صفا اور مخلصین لہ الدین کا تھا تو نہ صرف سیاسی و سماجی، معاشی
و ثقافتی میدانوں میں فتح و فیروز مندی کا غلغلہ مچ سکتا ہے بلکہ علوم و فنون اور سائنس میں بھی شادمانی و کامرانی
کا مژدہ جاں فزا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ لا سکتا ہے۔ بعض احباب کو یہ تجویز عجیب معلوم ہو
سکتی ہے۔ اور وہ یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ "قرآن کریم اور مستشرقین کا باہمی ربط کیا ہے؟" اس کا مختصر سا جواب
یہ ہے کہ باہمی ربط کے انکشاف کے بعد ہمارا سارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اور آج جو خلفشار علمی دنیا میں مستشرقین
نے بپا کر رکھا ہے یا ان کے شاگرد ان رشید ان مسلم اعتذاریوں نے بپا کر رکھا ہے اس کا علاج بھی ممکن ہے۔
اگر قرآن کریم اسلامی نظام حیات کا منشورِ ازلی ہے تو اسے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے۔ قرآن میں امت
مسلمہ کی ہدایت کے لئے بہت سے احکام نازل ہوئے۔ مسلم حکمرانوں اور دانشوروں نے جب ان احکام سے
روگردانی کی خمیازہ بھگتتے رہے۔ اور آج تک اس پر نشان ہے۔
وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ امتِ مسلمہ کی حکومتوں کے لئے جو خارجہ پالیسی قرآن نے متعین
فرمائی تھی۔ وہ ہمیشہ برحق ثابت ہوئی اور آج تو اظہر من الشمس ہے۔ علم و دانش، ریسرچ و تحقیق کے میدان
میں بھی یہی پالیسی اتنی ہی بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلم حکمرانوں نے ان احکام الٰہیہ کو نظر انداز کیا اور اس کی سزا
پائی۔ علم و دانش کے میدان میں بھی احکام الٰہیہ کی سرتابی کے نتائج مختلف نہیں ہو سکتے۔
اللہ نے اپنے رسول ؐ کے ذریعہ امتِ مسلمہ کو یہ فرمان دیا تھا۔

الف۔ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى
حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ

یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں
گے جب تک تم ان کے طریقہ پر نہ چلنے لگو

هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ
(بقرہ - ۱۲۰)

صاف کہدو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے ورنہ اگر اس علم کے بعد تمہارے پاس آچکا ہے تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لئے نہیں ہے۔

ب - يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ٥
(مائدہ ۵۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مستشرق یا مستشرقین کون ہیں اور ان کی نسل کہاں سے چلی ہے؟ اس کا جواب بھی اظہر من الشمس ہے۔ مستشرقین روز اول سے آج تک یہود و نصاریٰ رہے ہیں۔ خواہ مشرق میں ہوں خواہ مغرب میں۔ آٹھویں صدی سے ۱۹۸۳ء تک مستشرقین کی تاریخ محض مذکورہ بالا آیت کریمہ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى کی تفسیر و تعبیر رہی ہے بلکہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ الٰہی آیات کی تعبیر رہی ہے سیاسی میدان ہو یا علم و دانش و ثقافت کا میدان، اسلام دشمنی مستشرقین کی پالیسی کا جزو اعظم رہا ہے۔ مسلم اعتذاری سکول کے فیاض اراکین خواہ کسی قدر مستشرقین کے کارناموں کی تحسین پیش کریں۔ ان کی تقصیرات کو دامن عفو میں جگہ دے کر ان کو صدارت کی کرسی پہ بٹھا کر انہیں ہار پہنائیں۔ مگر وہ لَنْ تَرْضٰى کے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ انہیں حق ہے کہ انہیں (منقصفین) متعصب اور غیر متعصب قرار دیں۔ مگر قرآن کے معنی میں تبدیلی کا انہیں حق نہیں جس کی وسعتوں میں ازلیت ہے اور ابدیت بھی۔ قرآن کریم کے دعویٰ کے اثبات کے لئے ہمیں چودہ سو سالہ تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنی پڑے گی۔ اس کے بغیر معنی لَنْ تَرْضٰى کی تشریح ممکن ہی نہیں ہے۔

اسلام اور مستشرقین : ابتدائیہ فرمان الٰہی یعنی اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ عقائد اسلامیہ کا نقطہ آغاز رہا ہے اور منتہائے پرواز بھی۔ یہ تحریک حضرت آدم سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۵۷۰ - ۶۳۲ء) پر ختم ہوئی۔ ایک طرف تکمیل دین اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا منشور جاری ہوا۔ دوسری طرف یہ اعلامیہ بھی جاری کر دیا گیا کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین اللہ کے لئے مقبول نہیں۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ

الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ (آل عمران) نیز ہر مومن کا شعار ہے کہ من حیث المسلم اپنے خالق اور باری کے دربار میں واپس ہو۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران ۱۰۲) اسلام کی یہ داخلی اور خارجی پالیسی یہود و نصاریٰ کے لئے ہمیشہ ناقابل قبول رہی۔ اسی لئے وہ اسلام دشمنی پالیسی کے سربراہ رہے۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد سے خلفائے راشدین کے دور تک یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمن پالیسیاں اظہر من الشمس رہی ہیں۔ تاریخ اسلام کا ہر طالب علم ان سے واقف ہے۔ ان تفصیلات سے یہاں بحث نہیں کی جائے گی۔ یہ مقالہ یہود و نصاریٰ کے علمی و فکری، ذہنی و نفسیاتی رجحانات کی ایکسرے رپورٹ ہے جو ساتویں صدی عیسوی سے ۱۹۸۳ء تک علیٰ حالہ قائم ہے۔ نیز ان علمی روایات کی سراغ رسانی مقصود ہے جو یہود و نصاریٰ بالفاظ دیگر مستشرقین، اسکالرشپ، تالیفات و تصنیفات کا طرۂ امتیاز ہے۔

جدید مستشرقین کا نسب نامہ یا شجرۂ نسب جان آف دی دمشق (۷۰۰ یا ۷۴۹ء) سے جا ملتا ہے جس نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت اور دشمنی کی تحریک کا آغاز کیا۔ اور تحریری مذاکرات کا منفیانہ دور شروع کیا۔ اور بزنطینی تاریخی روایات کا مصدر اول تسلیم کر لیا گیا۔

دمشقی جان نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔ اس نے اسلام کو وثنی (PAGAN) مذہب قرار دیا۔ اور کعبہ کو بت سے تعبیر کیا۔ چونکہ اسلام کی تمسیخ کے لئے آں حضرت صلعم کی سیرت، شخصیت و دعوت کی تمسیخ ضروری تھی۔ اس لئے اس نے آپ کی حیات طیبہ اور سوانح پر حملہ شروع کیا۔ آپ کی نبوت کا انکار کرکے آپ کو دیو مالائی قصوں کا ہیرو بنا دیا۔ داستان سازی کے اس صنعت خانہ میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے افسانے اور مضحکہ خیز ذہنی خرافات گھڑے گئے۔ یہی کہانیاں لاطینی یا بزنطینی تاریخ اور بعد میں چرچ کی اسلامی تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ اور مستشرقین کی اسکالرشپ کا مصدر اصلی بھی۔ جان اور اس کے پیروؤں نے آنحضرت ﷺ کو بے دین قرار دیا۔ نیز نبی کاذب کا خطاب دے کر اسلام کو ایک فاسد دین قرار دے دیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ پر الزام لگایا کہ آپ ﷺ نے ایک پادری کی معیت میں بائبل کو مسخ کرکے اسلام نام کا ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ اسلام میں محمد ﷺ کی پوجا کی جاتی ہے۔

جان وہ پہلا مسیحی مشرقی مستشرق تھا جس نے آنحضرت ﷺ کی مقدس شخصیت پر جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا جو بعد میں مغربی اسکالرز کی تحقیق و ریسرچ کا دلچسپ موضوع بن گیا۔ اس نے زینب ؓ بنت جحش اور زید ؓ بن حارثہ کے واقعہ کو ایک افسانہ بنا دیا۔ یہی افسانے یورپ میں کلاسیکی موضوعات بن گئے۔ اور آج تک مستشرقین کے محبوب عنوان ہیں۔ ساتھ ہی جان نے تعدد ازدواج، طلاق اور اس قسم کے دیگر مسائل کو اچھالا جو اس کی کتاب DE HAERESIBUS کے آخری باب کے اہم موضوعات ہیں۔

آٹھویں صدی عیسوی میں جان کے پیروؤں نے ان ہی بنیادوں پر اسلام دشمن لٹریچر کا انبار کھڑا کر دیا۔ یہی منفیانہ لٹریچر مغربی اسکالرشپ کے لئے حوالہ جات کا کام دینے لگے۔ بلکہ مڈل ایجز (ازمنۂ وسطیٰ) سے لے کر مغربی نشاۃ ثانیہ اور نشاۃ ثانیہ سے لے کر انتہائے بیسویں صدی تک مستشرقین کے لئے مصادر کا کام دیتے رہے۔

اسلام دشمن ادب کے اسی انبار میں ایک نامی گرامی رسالہ کا ذکر ہے۔ یہ رسالہ عبدالمسیح بن اسحاق الکندی کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ اس کا اثر مستشرقین پر آج تک موجود ہے۔ اس لئے مغربی اسکالرز نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ انیسویں صدی میں ولیم اس کا عربی متن پروٹسٹنٹ مشنری سکول کے استعمال کے لئے ۱۸۸۰ء میں لندن سے شائع کیا گیا۔ ولیم میور نے اس کا تلخیصی ترجمہ زیر عنوان THE APOLOGY OF AL KINDI لندن سے ۱۸۸۷ء میں شائع کیا۔ یہ رسالہ مڈل ایجز میں رہنما اصول کا کام دیتا رہا۔ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ رسالہ کے مرکزی مضامین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار۔ قرآن کا مذاق (اسے خبط خیالات کا غیر مربوط مجموعہ قرار دینا) سیرت محمدیہ کو جنس اور جنگ سے ملوث کرنا اور دیگر خرافات شامل تھے۔ یہ رسالہ یورپ میں مڈل ایجز کی سکالرشپ کو غذا فراہم کرتا رہا۔ آج بھی رسالہ کا آسیب مستشرقین کے سر پر سوار ہے۔ یہی رسالہ بیزنطینی مولفین کا مصدر بھی رہا بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ بیسویں صدی کی اسکالرشپ اپنی بھاری بھرکم تنقیدی اصطلاحات معروضی اور سائنسی جرح وتعدیل کے زبان درازدعووں کے باوجود اس رسالہ کی گرفت سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔

آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل میں عروج اسلام پر تھیوسوفین (۷۵۸-۸۱۸ء) نے کرانکل لکھی۔ اس تاریخ THE CHRONICIES OF THEDSOPHANE THE CONFE-SSOR کو اناسٹیس ANASTASIUS نے اپنی تاریخ چرچ کا حصہ بنا لیا۔ اور یہ دونوں کتب مستشرقین کے مصادر (SOUTEES OF TEFERENCE) بن گئے۔ کرانکل درحقیقت مڈل ایجز میں شائع شدہ خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس کا سب سے دلچسپ حصہ وہ ہے جس میں آنحضرتؐ کی تعلیم سے بحث کی گئی ہے۔ مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ محمدؐ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور ان کو اُمّی کہنا کذب ہے۔ اس کا بدیہی مقصد یہ تھا کہ اگر محمدؐ کو اعلیٰ تعلیم یافتہ ثابت کر دیا جائے تو منطقی طور پر یہ دعویٰ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے یہودی اور عیسائی الہامی کتب کا بغور مطالعہ کیا۔ اور ان ہی معلومات کی مسخ شدہ صورت کا نام اسلام ہے۔ یہ کہانی اس لئے وضع کی گئی کہ اسلام کی اصلیت (یہودی الاصل یا عیسائی الاصل) (ORIGINS OF ISIAM) کو ثابت کیا جائے۔ آج مغربی امریکی جامعات (یونیورسٹیوں) کا محبوب ترین موضوع درس اصلیت اسلام ہے۔ جس میں ان ہی قدیم مضامین کی تجدید کی جاتی ہے اسی کرانکل میں آنحضرتؐ کے جنونی دورے (EPILEPTIC FITS) کی داستان بھی گھڑی گئی۔ اس قسم کے بے شمار افسانے مذکور ہیں جن کے اعادہ کی گنجائش نہیں۔

نویں صدی عیسوی میں شاہ بیسل (۸۶۷-۸۸۶ء) کی فرمائش اور حکم پر ایک بزنطینی مؤلف نے آنحضرتؐ

کے خلاف ایک کتاب (REFUTATIO MOHAMMAD) لکھی۔ جس میں آپؐ کو نبی کاذب کے علاوہ ابن ابلیس (العیاذ باللہ) بھی قرار دیا۔ قرآن کو کذب اور خرافاتی داستانوں کا مجموعہ قرار دے کر غیر الہامی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور اسلام کے اساسی عقیدہ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُولَدْ کا شدید مذاق اڑایا۔ مسلمانوں پر الزام لگایا کہ وہ اصل خدا کی پرستش سے دور ہیں۔ اسلام چونکہ عیسیٰ بن مریم کے عقیدہ کا حامی ہے اور عیسیٰ ابن اللہ کی شدت کے ساتھ تردید کرتا ہے۔ اس لئے مؤلف کی نظر میں یہ مذہب اور اس کے پیامبر و داعی سب کاذب ہیں۔ دسویں اور گیارہویں صدیاں ان ہی انسانوں کی بازگشت ہے۔

مستشرقین کا جو گروہ اسپین کی سرزمین سے اٹھا، وہ ان ہی مصادر کا پروردہ تھا۔ اسلامی علوم و فنون تہذیب ثقافت کا سکہ تقریباً نو سو سالوں تک اندلس میں قائم رہا۔ مگر مستشرقین اسپین نے کبھی اس بات کی سعی نہیں کی کہ بزنطینی مصادر کے بجائے براہ راست اسپین کی اسلامی تہذیب کا مطالعہ کریں۔ انہوں نے بزنطین کے افسانوں پر اپنی اسکالرشپ کی بنیاد ڈالی۔

دو مثالیں کافی ہیں۔ قرطبہ کا پوپ (ST EUI OGIUS) جو عرصہ دراز تک مسلم کلچر کا مطالعہ کرتا رہا۔ اپنی تالیف (LIBER APOLOGETICUS MAR LIRUM) کی بنیاد بزنطین اور لاطینی مسودات و مخطوطات پر رکھی، جس کا اعتراف خود بھی کیا ہے۔ اس نے آنحضرتؐ اور اسلام کے خلاف شدت نفرت کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ حیوانی زبان تک استعمال کی ہے۔ یہ کتاب بھی دیومالائی قصوں سے سجائی گئی ہے۔ کچھ افسانے تو خود ساختہ ہیں اور کچھ بزنطین وغیرہ کے رہین منت ہیں۔ اسی طرح سان پیدڑو پاسکل (SAN PERDO PASCAL) نامی دوسرے اندلسی سکالر کی تالیف (SOBRE ELSETONNANOMETANA) کندی کے رسالہ کا چربہ ہے ان دونوں مؤلفین کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا آتش سلگ رہا تھا۔ ان کے خیال میں اسپین پر اسلامی حکومت عیسائیوں کے لئے عذاب الہٰی تھی۔ اسلام ان کی نظر میں عیسائیت کا بدترین جانی دشمن تھا۔ اس سلگتی آگ کو جزبح کی تواریخ نے مزید شعلہ بداماں بنا دیا۔ چونکہ یہی کتب تالیفات و مصادر عام قاری، علماء اور اسکالرز کے مراجع تھے۔ اس لئے نفرت و حسد کی آگ بھڑکتی ہی چلی گئی۔ ونسنٹ ڈی بیوس متوفی ۱۲۶۴ء نے ان تمام داستانوں کو اپنی تالیف (SPECCULAM HLSTORICALE) میں جمع کر دیا۔ اور آنحضرتؐ کو وثنی PAGAN ذلیل (LOW BORA) ثابت کیا۔ ان کا خیال ہے کہ آں حضرتؐ نے تلوار کے زور سے طاقت حاصل کی اور وحی کے نام پر دھوکہ دے کر اس کو برقرار رکھا۔

کارزار صلیب اور مستشرقین | اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو نفرت پھیلائی گئی اس کا نقطۂ عروج کارزار صلیب تھا۔ مسلمانوں اور اسلام کو مٹانے کے لئے صلیبی جنگیں تقریباً پانچ سو سالوں تک جاری رہیں۔ اور پانچ صدیوں میں وقفہ وقفہ سے یورپ کی مشترکہ عسکری قوت مسلم شرق اوسط پر زندگی کے لئے موت

اور آبادی کے سینے ویرانی کے دیو کی طرح منڈلاتی رہی۔ ۱۵۹۹ء میں پہلی خون آشام جنگیں ہوئیں۔ دوسری صلیبی جنگ ۱۱۴۷ء میں لڑی گئی۔ اور تیسری معروف صلیبی جنگ سلطان صلاح الدین اور شاہ انگلستان رچرڈ کے درمیان ۱۱۸۹ء سے ۱۱۹۳ء تک جاری رہی۔ چوتھی صلیبی جنگ ۱۲۰۳ء، ۱۲۰۴ء کے درمیان لڑی گئی۔ اور ۱۲۱۷ء میں پانچویں صلیبی جنگ پیش آئی۔ چھٹی صلیبی جنگ کا واقعہ ۱۲۲۸ء میں پیش آیا۔ جب یہ تمام کاوشیں ناکام ہوگئیں تو مسلمانوں کی تاراجی کے لئے اہل صلیب نے منگول قوت کے ساتھ عسکری اتحاد ۱۲۴۹ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان قائم کیا۔ اسی اتحاد کا نتیجہ تھا کہ زوالِ بغداد کا واقعہ ۱۲۵۸ء میں پیش آیا۔ آٹھویں صلیبی جنگ ۱۲۷۱ء میں پیش آئی نویں صلیبی جنگ ۱۳۶۵ء اور آخری دسویں صلیبی جنگ ۱۴۶۴ء میں پیش آئی۔ ان صلیبی جنگوں اور خون آشامیوں کا تعلق مستشرقین سے بڑا گہرا ہے۔ کیونکہ پانچ صدیوں میں یورپ کے مفکرین، مؤلفین اور شعراء اسلام کے خلاف مسیحی جذبات کو گدگداتے، اسلام اور مسلمانوں کی تاراجی پر ابھارتے اور ان کے اندر شہادت کا جذبہ پیدا کر کے آمادۂ پیکار ہونے کی روح پھونکتے رہے۔ جنگ صلیبی پر اسٹیون رنسی مان STEVEN RUNCIMAN کی تین جلدیں قابل مطالعہ ہیں۔ ہلاکو کی زوجہ خاصہ (CHIEF WIFE) ایک عیسائی خاتون تھی۔ جو ہلاکو کی افواج کو مسلمانوں کی تاراجی پر ابھارتی رہی۔ بلکہ حملۂ بغداد کے موقعہ پر وہ خود ہلاکو کے ساتھ معرکہ میں شریک تھی۔ ہلاکو کا سب سے زیادہ معتمد علیہ کمانڈر (KUTABUGA) بھی نسطوری عیسائی تھا۔ اور بغداد کی مہم میں شریک تھا۔ جب بغداد برباد ہوا تو اسّی ہزار افراد قتل کئے گئے (ملاحظہ ہو رنسی مان کی جلد دوم صفحات ۲۹۶ تا ۳۰۰ نیز ملاحظہ ہو راقم الحروف کی فلسطین اور بین الاقوامی سیاسیات باب چہارم ص ۶۷ تا ۲۸)

صلیبی جنگوں کی پانچ سو سالہ تاریخ (از ۱۵۹۹ء تا ۱۴۶۴ء) کے دوران یعنی گیارھویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو لٹریچر پیدا کیا اس کا سرسری جائزہ لن توضیح ... کی تشریح کے لئے ضروری ہے۔

تمام صلیبی جنگوں میں یورپ کی مشترکہ عسکری قوت کا دیوالہ نکل گیا۔ اسی شکست فاش کی بنا پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت کی نئی لہر دوڑ گئی۔ نثری ادب کے ساتھ شعری ادب بھی پوری قوت کے ساتھ میدانِ مبارزت میں اتر آیا۔ شعراء نے اسلام کی تنقیص میں پوری قوت صرف کر دی۔ اس میں دانتے کا نام نامی قابلِ ذکر ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی تاریخ کی تمسیخ کی نئی تحریکیں چل پڑیں۔ ۱۱۴۱ء میں پیٹر PETER THE VENERABLE نے چند عربی کتب کے تراجم لاطینی زبان میں کرائے۔ رابرٹ (ROBERT) اور ہرمن (HERMAN) نامی مؤلفین نے چار عربی کتب کے تراجم کئے۔ جن پر پیٹر نے مقدمے لکھے۔ یہ مقدمے خرافات سے مزین تھے۔ رابرٹ نے قرآن کا ترجمہ کیا۔ اور پیٹر نے اس کی تردید کی۔ نیز یہ بھی ثابت کیا

کہ اسلامی عقائد و تعلیمات مضحکہ خیز ہیں۔ پیٹر کی تحریرات اور تالیفات نے یورپ میں اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باقاعدہ محاذ آرائی کا دور شروع کیا۔ یہی تالیفات مستشرقین کے معصوم مصادر بنے رہے۔ اب اسلام کے خلاف محاذ آرائی میں لاطینی زبان کے علاوہ یورپ کی دیگر زبانیں بھی صف آرا ہوگئیں۔ نثر کے ساتھ نظم بھی صف آرا ہوئی۔ فرانسیسی اور لاطینی نظم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ یہاں پر چند امہات الکتب کا ذکر کافی ہوگا۔

والٹر (WALTER OF SENS) نے لاطینی زبان میں اور ایلیکزنڈر (ALEXANDER DUPONT) نے فرانسیسی زبان میں آنحضرت ﷺ کے خلاف دل کھول کر لکھا۔ ایک شعری مرثیہ گیارہ سو بیالیس اشعار پر مشتمل زیر عنوان (AVILA MUHAMITL) لکھا گیا اور اسے بارہویں صدی کے شاعر امبری کوف (EMBRICOOF MAINC) کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ اس میں آنحضرت صلعم کے خلاف نفرت کا امنڈتا ہوا ایک طوفان تھا۔ ہر قسم کے غلیظ القابات استعمال کئے گئے۔ بعضوں نے اسی مرثیہ کو ہالڈبرٹ (HILDOBERT OF TOURS) نامی شاعر متوفی ۱۱۳۴ء کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ مرثیہ گویا آنحضرت کی سیرت کا شعری مجموعہ تھا۔ اسی قسم کی شعری سیرت زیر عنوان اوٹیو دی محمد (OTIODE MACHOMET) جو ۱۰۹۰ اشعار پر مشتمل تھی۔

والٹر نے وسط بارہویں صدی میں لکھی جو پہلے مرثیہ کا نقش ثانی تھا۔ حروب صلیبیہ پر تالیفات کا زور ہوا۔ معروف مؤلف گلبرٹ (GUILBERT OF NOGENT) نے پہلی صلیب پر ایک کتاب زیر عنوان گیستا (GIESTA DEI DER FRAHCEO) لکھی اور ۱۱۱۲ء سے قبل ہی مکمل کر لیا۔

اس تالیف میں آنحضرت ﷺ کی سیرت پر ایک باب ہے جو ازمنہ وسطیٰ کے خرافات کا چربہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے نام تک کو مسخ کرنے کی سعی کی ہے۔ اور محمدؐ کے بجائے ماتھومس (MATHOMUS) لکھا ہے۔ اس میں راویوں کی زبانی داستانیں نقل کی گئی ہیں۔ سب سے دلچسپ افسانہ جو مؤلف نے درج کیا ہے وہ لائق سماعت

مذہب اسلام کے وجود کے سلسلہ میں مؤلف رقم طراز ہے کہ الکزنڈریا (ALEXANDRIA) کے پیٹریارک (PATRIARCH) کا الکشن ہونے والا تھا۔ اس انتخاب میں حصہ لینے والا امیدوار پادری اپنے انتخاب سے مایوس ہوگیا۔ تو اس نے چرچ کے خلاف انتقامی کارروائی کا منصوبہ تیار کیا۔ اس مقصد کی خاطر اس نے محمدؐ کے ساتھ سازباز کیا اور عیسائیت میں پھوٹ ڈالنے کے لیے محمدؐ کو زبردست تربیت دی اور آپ کی شادی ایک مالدار عورت خدیجہ سے کروا ڈالی۔ پادری مذکور نے محمدؐ کی حمایت کی اور ان کی نبوت کا اعلان کیا تاکہ مسیحیت پر ضرب کاری پڑ سکے چنانچہ محمدؐ اس طرح نبی بن گئے۔ اور مذہب اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی اس طرح مذہب مسیحیت میں تفرقہ پڑ گیا جو ہنوز باقی ہے۔

اس سے زیادہ دلچسپ داستان کردی گئی کہ محمدؐ خود پادری (CARDINAL) تھے اور پوپ کے مرتبہ پر ترقی پانے کے امید وار تھے۔ مگر جب انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی تو وہ روم سے بھاگ کر عرب گئے اور وہاں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق یروشلم کے بشپ سرگیس (SERGIUS) نے محمدؐ کو نبوت کے دعویٰ پر اکسایا اور ان کے لئے قرآن نامی کتاب لکھی۔

بارہویں صدی عیسوی کی خرافات نویسی میں دو ایسے مؤلفین ضرور نظر آتے ہیں جنہوں نے مستشرقین کی ڈگر سے ہٹ کر اپنی راہ متعین کرنی چاہی۔ مگر ان کی حیثیت آٹے میں نمک کی تھی۔ ولیم نامی مؤلف (WILLIAM OF MALMESBURY) نے اسلام اور وثنیت (PAGANISM) میں فرق پیدا کیا اور لکھا کہ اسلام چونکہ توحید کا دعویٰ کرتا ہے اس لئے وثنی نہیں ہو سکتا۔ ۱۱۴۰ء میں اس نے یہ بھی لکھا کہ مسلمان محمدؐ کو نہ تو خدا مانتے ہیں نہ ہی ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ محمدؐ کو خدا کا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا مؤلف الفونسو (ALFONSO) تھا جو اصلاً یہودی تھا۔ مگر ۱۱۵۶ء میں مصلحۃً عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ عیسائیت اور یہودیت کی باہمی رقابت و تصادم محتاج تعارف نہیں۔ دو ہزار سالہ رقابت کے باوجود آج وہ قرآن کی تصدیق کے مطابق بعضہم اولیاء بعض ہیں۔ آج یہ حقیقت جس طرح عیاں ہے۔ شاید تاریخ کے کسی زمانہ میں اس طرح آشکار نہ تھی۔

الفونسو نے یہودیت اور عیسائیت کے درمیان ایک افہامی ڈائیلاگ لکھا جس میں اسلام کے متعلق بہتر خیالات کا اظہار کیا۔ شاید مسیحی دنیا کو جو یہودیوں کی جانی دشمن تھی غیرت دلانا مقصود ہو۔ تیرھویں صدی عیسوی سابقہ ڈگر پر چلتی رہی۔ ۱۲۶۱ء میں ولیم WILLIAM OF TRIPOLI نے آنحضرتؐ کی سوانح لکھی۔ تاکہ مشنری اپنی تبلیغ کے لئے استعمال کر سکیں۔ اس سوانح میں مؤلف خرافات کے علاوہ کچھ پیش نہ کر سکا۔ اس نے قرآن کریم کے بارے میں ایک دلچسپ افسانہ گھڑا۔ اس کے خیال میں قرآن مجید کی ترتیب و تالیف آنحضرتؐ کے وصال کے پندرہ سال بعد ہوئی۔ اس کی تدوین کا کام ایک کمیشن کے حوالہ کیا گیا تھا۔ چونکہ آنحضرتؐ کی تعلیمات میں کوئی نئی اور مفید بات اراکین کمیشن کو نظر نہیں آئی۔ لہٰذا انہوں نے خود ہی قرآن نامی کتاب کی تدوین کر ڈالی۔

یہ تمام خرافات لاطینی روایات کے اجزائے ترکیبی بنتے چلے گئے۔ مستشرقین نے آنحضرتؐ کی کامیابی کے دو اہم رازوں کا انکشاف کیا۔ ایک تو جادو تھا اور دوسرا عیاری تھا۔ مؤلفین نے اصرار کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ نبوت کے انکار کے لئے یہ دلیل پیش کی گئی کہ آں حضرت نے خود اپنے آپ کو ایک عام آدمی قرار دیا ہے۔ اور کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ لہٰذا وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ (باقی)

مجلس شوریٰ ہال | مولانا سمیع الحق صاحب
۸۳ء
۲۷ جولائی ۱۲ بجے دوپہر

اسلام ——— اور ——— طرزِ حکومت

مجلس شوریٰ (وفاقی کونسل) نے حالیہ اجلاس میں اسلامی نقطہ نظر سے پاکستان کی طرزِ حکومت پر بحث کی اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے مولانا سمیع الحق صاحب نے جو تقریر کی گو وہ وقت کی تحدید کی وجہ سے اپنا مدعا مکمل نہ کر سکے تاہم جتنا بھی ہو سکا وہ وہ وفاقی کونسل سیکرٹریٹ کی ضبط شدہ شکل میں من وعن پیش کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

مولانا سمیع الحق صاحب | نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ قال اللہ تعالیٰ۔ یقولون ھل لنا من الامر من شییٔ قل ان الامر کلہ للہ۔ (آل عمران)

جناب چیئرمین صاحب! جو رپورٹ ہمارے سامنے جناب فدا محمد خان صاحب کی سرکردگی میں قائم شدہ کمیٹی نے پیش کی ہے ایک پہلو سے وہ تحسین کی مستحق ہے کہ ایک اہم کام جو ان کے سپرد کیا گیا تھا انہوں نے نہایت شب و روز کی محنت کے بعد مکمل کرکے ایوان میں پیش کر دیا خواہ اس رپورٹ کی تفصیلات سے کسی کو اختلاف ہو لیکن یہ ایک اچھی روایت قائم ہوئی ہے۔ اس کمیٹی نے کام ہی نہیں کیا بلکہ ایک رپورٹ مرتب کرکے پیش کر دی۔

ہمارے ہاں کمیٹیاں عموماً سالہا سال لگا دیتی ہیں اور جس کام کو ٹالنا ہو وہ کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس ایوان میں بھی ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے جو میری درخواست پر پہلے اجلاس میں قائم کی گئی تھی "اسلامائزیشن کمیٹی" یہ کمیٹی بھی اگر اسی تندہی، شوق اور شغف سے کام کرتی تو آج یہ ساری تفصیلات اسلام کے بارے میں ایوان میں آجاتیں اور کام آسان ہو جاتا لیکن "رموز مملکت خویش خسرواں دانند" اور تفصیلات کا بیان مشکل ہے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ☆ اگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

جناب چیئرمین صاحب یہ اس طرزِ حکومت پر بحث ہو رہی ہے کہ اسلام حکومت چلانے کے سلسلے میں کیا راہنمائی کرتا ہے؟ اور ہمارے فاضل ارکان نے بہت ہی عالمانہ اور فاضلانہ تقریریں کی ہیں۔ اسلام نے طرزِ حکومت کے بارے

میں بھی ہمیں کسی اندھیرے اور غفلت میں نہیں چھوڑا۔ اسلام نے اس معاملہ میں جو واضح اصول اور ہدایات دی ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے زمانے کے تقاضوں، حالات اور مستقبل جو ہزاروں سال بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو ملحوظ رکھ کر اس کی تفصیلات اور جزئیات کو امت پر چھوڑ دیا اور ایک قطعی اور واضح تھا کہ اس لئے پیش نہیں کیا کہ امت کو آئندہ حرج اور دقتوں کا سامنا نہ ہو۔ بلکہ واضح اور قطعی اصول و ہدایات دے کر یہ معاملہ امت کے سپرد کر دیا کہ کئی دروازے اور تفصیلات آپ کے سامنے کھلے رہیں گے۔ آپ جو طریق کار اور جزئیات طے کریں اور مناسب سمجھیں گے اس کو اختیار کریں گے۔ تو خداوند تعالیٰ نے اس امت مسلمہ کے ساتھ یہ رعایت فرمائی۔ اگر ایک لگا بندھا نظام ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہوتا تو شاید ہم بعض حالات میں ایک طرز حکومت کو صحیح سمجھتے اور بعض حالات میں دوسرا اگر اس سے ادھر ادھر ہونا مشکل ہو جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے اور صحابہ نے محسوس کیا کہ آپ کا آخری وقت ہے تو بعض صحابہ نے کہا کہ آپ کسی کو نامزد کر دیجئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میرے سامنے دو صورتیں ہیں اور دونوں مثالیں میرے سامنے موجود ہیں۔ ایک یہ کہ میں کسی کو نامزد کرنا چاہوں تب بھی میں کر سکتا ہوں۔ اور اگر نامزد نہ کروں اور امت پہ چھوڑ دوں تو وہ بھی میرے سامنے مثال موجود ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال کے وقت کسی کو صراحتاً نامزد نہیں کیا اور خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ امت پر چھوڑ دیا۔ امت نے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بالاتفاق خلیفۃ المسلمین مقرر کیا۔ اور ابتداء میں جو معمولی سا جھگڑا ہوا تھا وہ ایک ہی مجلس میں ختم ہو گیا۔ اور پوری امت نے اتفاق سے ان کو سربراہ مانا۔ تو گویا حضورؐ نے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ تو یہ مثال بھی موجود ہے اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ جب وفات پا رہے تھے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نامزدگی کی مثال بھی ہے۔ اور وہ دونوں طریقے اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن میں ایک تیسرا راستہ اختیار کروں گا۔ اور وہ حضرت عمرؓ نے یہ کیا کہ ایک چھ افراد کی شوریٰ منتخب کی، ایک مختصر جماعت منتخب فرمائی۔ اور اس کے بعد یہ وصیت کی کہ یہ جماعت میری شہادت کے بعد بیٹھ کر اپنے میں سے کسی کو منتخب کر لے تو حضرت عمرؓ نے بھی اسلام کے اس انداز سے فائدہ اٹھایا کہ کوئی لگا بندھا نظام ہمارے لئے نہیں ہے۔ دونوں تینوں صورتوں میں سے جو بھی حالات کے مطابق ہم اختیار کر سکتے ہیں۔ یہاں مسئلہ کسی خاص نظام حکومت کا نہیں۔ بلکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کا ہے۔ اس کی روشنی میں ہم کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔

یہ تو بدقسمتی سے اس صدی میں یہ صورت حال مسلمانوں کو درپیش آئی کہ حکومتیں ہم سے چھن گئیں اور یورپ اور غیر اسلامی ممالک نے نئے نئے نعرے اور نظریئے اپنا لئے۔ نئے نئے نعرے بلند کئے۔ نئے نئے ازم ہمارے سامنے آئے اور ہم غلامی کے مارے ہوئے تھے۔ ذہنی غلامی میں اب تک عالم اسلام مبتلا ہے۔ تو جب بھی کوئی نیا نعرہ

دوسروں کے ہاں اٹھا اسے فروغ حاصل ہوا۔ بازار میں اس چیز کا چرچا ہوا اور جس سودا کی چلن دنیا میں ہوئی تو ہم نے بھی اسلام کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ یہ ایک ذہنی مرعوبیت ہے یورپ سے، غیر اسلامی قوموں سے، جو طرز حکومت، جو نعرہ ان کے ہاں بلند ہوا ہم اسے اسلام میں سمونے کی کوشش کرنے لگے۔ سوشلزم کا نعرہ بلند ہوا، اشتراکیت کا نعرہ اٹھا تو بہت سے مسلمانوں نے کوشش کی کہ اشتراکیت اور سوشلزم کو اسلام ہی کا ایک جدید ایڈیشن ثابت کردیں۔ کئی مفکرین اور اسکالروں نے اور کچھ لوگوں نے یہی انداز اختیار کیا۔ اب تک یہ فتور ان کے دماغ میں ہے۔ کہ یہ اسلام ہی کا چربہ ہے۔ نعوذ باللہ۔ اور اس کا ایک نیا ایڈیشن ہے کہیں ڈکٹیٹر شپ کا ہنگامہ اٹھا اور غلغلہ بلند ہوا تو ہمارے بہت سے لوگ اس کوشش میں رہے کہ اسلام کو بھی ڈکٹیٹر شپ میں اور اس انداز میں پیش کیا جائے کہ اطاعت امیر اور اطاعت اولوالامر سے یہی مراد ہے۔ کہ ہمارے ہاں بھی ڈکٹیٹر شپ ہونا چاہیے۔ وہ اپنے خیال میں اسلام کی خیر خواہی یہ سمجھتے ہیں کہ جو چلا ہوا نعرہ ہے، بازار میں جو سودا چل رہا ہے اسلام بھی اس کے ساتھ ساتھ چلے۔ گویا اسلام کو ایک یتیم بچہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے لئے کسی نعرے کی سرپرستی کی ضرورت ہے کسی ازم کی چھاپ اس پر پڑنی چاہیے۔

یہی صورت حال ہمارے ہاں جمہوریت کے بارے میں ہوئی کہ اسلام جمہوری نظام ہے ہر شخص نعرہ لگاتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت ہے اسلام جمہوری نظام ہے۔ لیکن کیا ہم میں سے بہت کم لوگوں نے اس حقیقت پر کبھی غور کیا ہے؟ کہ اسلام کی جمہوریت کون سی ہے۔ اسلام میں آیا یہ جمہوریت ہے یا نہیں؟ اور مغربی جمہوریت کیا چیز ہے اب اگر اس نقطۂ نظر سے ہم دیکھیں گے تو اسلام طرز حکومت کے لیے ایک نہایت واضح اصول جس کے اوپر سارے اسلام کا ڈھانچہ قائم ہے۔

جناب نائب چیئرمین (سید معین الدین) وقت کی طرف توجہ فرمائیں کہ آپ کے صرف دو منٹ رہ گئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق ابھی تو میں نے تمہید باندھی ہے اگر آپ تعاون فرمائیں تو میں یہ عرض کررہا ہوں کہ اسلام نے سب سے پہلے جو اصول متعین کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حکومت نام ہے حکم کرنے کا، قوانین جاری کرنے کا، نظام زندگی کو ایک سانچے میں ڈھالنے کا تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ رکھا ہے اور قطعاً اعلان کیا ہے۔

ان الحکم الا للہ امران لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم

کہ حکومت اور حکم صرف اللہ کا ہے۔ اور جو آیت میں نے ابتدا میں سورہ آل عمران کی پڑھی ہے کہ

یقولون ھل لنا من الامر من شیئ قل ان الامر کلہ للہ۔

یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہمیں بھی کچھ اختیار ہے ہم بھی کچھ ووٹ اور اپنی رائے رکھتے ہیں اور اس کے مطابق قانون بنانے کا حق رکھتے ہیں خدا نے کہا یہ پوچھتے ہیں تو اے رسول یہ کہہ دیجئے کہ انہیں کوئی اختیار نہیں ہے اسلامی ریاست

قانون بنانے کا اور حکم نافذ کرنے کا حکومت اور اختیار کو سارے کا سارا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ارشاد خداوندی ہے کہ :-

ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام (النحل)

یہ خدا کا ارشاد ہے سورۃ النحل میں ایسا نہ ہو کہ پھر تمہارے جی میں جو چاہے آتا ہے اور آپ کہیں یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔ یہ حق نہیں ایسا مت کریں۔ دوسری جگہ فرمایا :-

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون اولئک ھم الفاسقون اولئک ھم الکافرون

کہ جس نے اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہ کیا بے شک ایسے لوگ ظالم ہیں۔ فاسق ہیں۔ کافر ہیں۔

بہرحال بنیادی چیز جو ہمیں مغربی جمہوریت سے الگ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں عوام کو یہ حق نہیں دیا گیا، کسی طبقہ کو، کسی قوم کو، کسی قبیلہ کو، کسی پارٹی کو کہ وہ قانون بنا کر بندوں کو بندوں کا غلام بنائے۔ اللہ نے یہ اختیار اپنے پاس رکھ کر انسان کو اس طرح آزاد کر دیا ہے بندوں کی غلامی سے آزاد کر دیا ہے کہ یہ میرے ہی قانون اور میرے ہی احکام کی اطاعت کریں کسی بندے کی کیا مجال ہے کہ وہ دوسروں پر اپنے احکامات اور قوانین چلائے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ قانون سازی کے سارے اختیارات خدا اور رسولؐ کے ہیں بلکہ رسول بھی خدا کے اختیارات کے تابع ہے۔ قرآن کریم میں ہے :-

ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ۔

مجھے یہ حق بھی نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کروں میں تو صرف وحی کی پیروی کروں گا۔ تو اب مروجہ جمہوریت سے یہ صورت حال بالکل الگ ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ([illegible]) مولانا صاحب! گذارش ہے کہ وقت ختم ہو گیا ہے۔

مولانا سمیع الحق جی ہاں میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو جمہوریت کا نعرہ ہے وہ جمہوریت نہیں ہے الگ ہے آپ اسے تھیا کریسی کہہ سکتے ہیں مگر وہ تھیا کریسی نہیں ہے جو یورپ کی پاپائیت ہے یہ خدائی تھیا کریسی ہے کوئی بھی شخص یا مذہبی طبقہ ٹھیکیدار بن جائے شریعت کی تعمیل کا جیسے پاپائیت ہے تو اسے بھی اسلام شیطانی حکومت کہتا ہے خدائی حکومت نہیں۔ تو جب مغرب کی پارلیمانی نظام کا ہم موازنہ کریں۔ دوسری بات اگر ہم اس حقیقت سے جائزہ لیں جناب چیئرمین میرا تو یہ خیال تھا کہ یہاں وقت کی پابندی نہیں ہے لیکن اب پابندی آگئی ہے۔ پارلیمانی سسٹم میں میری گذارش یہ ہے کہ پارٹی کی جو جمہوریت ہوتی ہے۔ وہ دراصل جمہوریت نہیں ہوتی وہ ایک بدترین آمریت ہوتی ہے۔ یہاں پارٹی کی اکثریت ایوان میں اپنے ضمیر کے مطابق حق کا اظہار ہرگز نہیں کر سکتی۔ وہ پارٹی لائن کے غلام ہوتے ہیں۔ ہمیں یہاں اس اسمبلی میں جو ایک بہت بڑی اکثریت کی پارٹی تھی ہم قراردادیں پیش کرتے تھے جو

کے بارے میں کہ بند کردو۔ اور زنا کے بارے میں، شراب کے بارے میں اور یہ ہمارے ریکارڈ موجود ہیں۔ وہ لوگ سے مسترد کردیتے تھے۔ باہر ہمیں کئی ارکان کہتے تھے کہ مولانا ہم بھی مسلمان ہیں ہمارے بھی جذبات ہیں۔ کافر تو نہیں ہیں لیکن ہم مجبور ہیں کہ ہم پارٹی لائن سے ادھر اُدھر ہٹ نہیں سکتے۔ کیا اس پارلیمانی سسٹم میں وہ جمہوریت، جمہوریت ہوتی ہے جس کی ۹۹ فیصد اکثریت ہو لیکن وہ لکھ کر دے دیں کہ ہمارا وزیر اعظم جیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بھی ہو گا اور ایک سول وزیر اعظم کے بارہ میں ایسا کہتے تو اس میں نہ حزب اختلاف آزاد ہوتی ہے نہ حزب اقتدار اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کر سکتی ہے وہ پارٹی کا غلام ہوتا ہے۔

جناب نائب چیئرمین (سید معین الدین) بہت بہت شکریہ مولانا۔ ۲۰ منٹ ہو گئے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کی وجہ سے اسلام سب سے بڑی بات تو دوسروں کے حقوق کا احترام بتاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق بہت اچھا جناب۔ جناب چیئرمین سنا ہے کہ آپ نے ۴۵ منٹ تقریر کی تھی۔ اگر میرے دوران آپ کو تقریر کرنی پڑی تو کیا میں بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی کروں؟

دوبارہ طلبی ٹنڈر نوٹس

دفتر ڈپٹی ڈائریکٹر مصنوعی نسل کشی ڈائریکٹوریٹ امور تحفظ حیوانات۔ چارسدہ روڈ پشاور

سال ۸۴-۱۹۸۳ء کیلئے شیڈول کے مطابق جو کہ ٹنڈر فارم کے ساتھ منسلک ہے اور اس دفتر سے مبلغ -/۵ روپیہ فی عدد سے سرکاری سانڈ بیلان متعلقہ پشاور، سوڑی زئی، سرائے نورنگ، مردان اور سیدو شریف کے فیڈ سٹف (سبز چارہ، بھوسہ، کھل بنولہ اعلیٰ قسم چناول شدہ، بورہ گندم، مکی دل شدہ، نمک سالم) کے لئے دفتر ہذا کو سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔ ٹنڈر کے ہمراہ جو کہ زیر دستخطی کے نام -/۵۵۰ روپے بطور ضمانت (قابل واپسی) منسلک ہو بمعہ نمونہ کے ۳ ستمبر ۸۳ء ۱۹ گیارہ بجے قبل از دوپہر پہنچ جانے چاہئیں۔ کامیاب ٹنڈر دہندگان کو ایگریمنٹ پر دستخط کرنے سے قبل کنٹریکٹ کی مالیت کا ۱۰ فیصد بطور ضمانت جمع کرانا ہوگا۔ جو کہ کنٹریکٹ کی مدت ختم ہونے پر واپس کر دیا جائے گا۔ مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والے ٹنڈر پر غور نہیں کیا جائے گا۔ ٹنڈر پر ہر ایک آئٹم کا ریٹ سول وٹرنری ہسپتال پشاور، سیمن پروڈکشن یونٹ میرا سوڑی زئی، سول وٹرنری ہسپتال سرائے نورنگ، گورنمنٹ پولٹری فارم مردان، سول وٹرنری ہسپتال سیدو شریف علیحدہ علیحدہ درج کیا جائے۔ زیر دستخطی کو اختیار ہوگا کہ کسی ٹنڈر کو بغیر وجہ بتائے مسترد کرے۔

نسیم احمد چیمہ، ڈپٹی ڈائریکٹر مصنوعی نسل کشی صوبہ سرحد پشاور، ڈائریکٹوریٹ امور تحفظ حیوانات صوبہ سرحد پشاور

INF (P) ۶۵۲

اشتہار عام

میونسپل کمیٹی مردان اپنے علاقہ کے ذیل سڑکوں۔ محلوں / گلی کوچوں کے نام جو غیر مسلموں کے نام سے منسوب ہیں۔ یا ناشائستہ ہیں۔ تبدیل کرانا چاہتی ہیں۔

لہٰذا قرارداد نمبر ۱ پاس شدہ بہ اجلاس مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۸۱ کی روشنی میں عوام الناس سے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے علاقہ کے ان گذرگاہوں کے لئے درست شائستہ اور موزوں نام تجویز کر کے اندر میعاد ۱۰ یوم دفتر بلدیہ مردان کو ارسال فرمادیں:-

۱۔ کس کو رونہ	۲۔ سکندری کورونہ	۳۔ بکٹ گنج	۴۔ شام گنج
۵۔ رام باغ	۶۔ باغ رام	۷۔ ہندو سوندان کورونہ	۸۔ منگل باغ
۹۔ نواب علی روڈ	۱۰۔ محلہ فرمان علی	۱۱۔ گرلز سکول سٹریٹ	۱۲۔ محلہ نواب علی
۱۳۔ محلہ فرمان علی	۱۴۔ محلہ اتمانزئی	۱۵۔ محلہ ستارام	۱۶۔ مکھی محلہ
۱۷۔ دو پلی محلہ	۱۸۔ بوٹیا محلہ	۱۹۔ بھٹے کورونہ	۲۰۔ ڈھنڈ کورونہ
۲۱۔ ڈاگہ سیرے	۲۲۔ گنگارام محلہ	۲۳۔ مٹھال محلہ	۲۴۔ کانشی رام محلہ
۲۵۔ ڈاگئی محلہ	۲۶۔ لنڈاکے	۲۷۔ محلہ غلامان	۲۸۔ غلام دستہ
۲۹۔ چھچھی محلہ	۳۰۔ پرانا بازار (سوے بازار)	۳۱۔ طور گنج	۳۲۔ ہندو کورونہ
۳۳۔ غلنے گودر موڑ	۳۴۔ ملیان کورونہ	۳۵۔ محلہ ڈگر	۳۶۔ خان کوٹھے
۳۷۔ ڈھیرائے کورونہ	۳۸۔ سکندرے روڈ	۳۹۔ کوچہ چمپاراں	۴۰۔ کوچہ باغواناں
۴۱۔ کوچہ گڑبنو	۴۲۔ سیرے کورونہ	۴۳۔ منہ کندے	۴۴ کوز کندے
۴۵۔ محلہ صوبیداران	۴۶۔ نیو بغدادہ	۴۷۔ فقیر بن روڈ	

المشتہر

اکرام اللہ شاہد

چیئرمین میونسپل کمیٹی مردان

INF (P) 1933

قسط ۲

مولانا غلام الرحمٰن صاحب مدرس و نائب مفتی
دارالعلوم حقانیہ

اسلام کا نظام عدل و انصاف

دوسری چیز جو نفاذ عدل کے لئے مانع ہے اور انسان کو ظلم اور ناانصافی کی طرف لے جاتی ہے وہ عداوت اور آپس میں دشمنی ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کی نشان دہی یوں فرمائی۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا اللہ ان اللہ خبیر ما تعملون[1]

کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو۔ یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے۔ اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ کو خوب خبر ہے۔ جو تم کرتے ہو۔

اہل اسلام کا طرۂ امتیاز شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رقم طراز ہیں۔

"عدل کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل اور انصاف کا ترازو ایسا صحیح اور برابر ہونا چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پہلوؤں میں سے کسی پہلو کو جھکا نہ سکے[2]

اور یہی وہ رسم ہے جس کو اہل اسلام نے ہمیشہ کے لئے قائم رکھا۔ مفتوحہ علاقوں میں اسلام کا برتاؤ ہمیشہ کے لئے انسانیت پر مبنی رہا۔ معاملات اور دیگر حقوق میں غیر مسلموں کو پورا پورا حق دیا گیا ہے۔

اہل مغرب کا سفاکانہ کردار ہم جب اقوام عالم اور ایام ماضیہ کے تاریخی واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ دیگر مذاہب اور ادیان والے غیر مذہب والوں سے چوپایوں جیسا سلوک بھی روا نہیں رکھتے۔ اور صرف یہ نہیں بلکہ اسلام کا مقابلہ اگر دور حاضر کی مغربی تہذیب سے کیا جائے تو یقیناً اسلام اپنی تاریخ کے ہر دور میں زیادہ وسیع بلند و پاکیزہ نظر آئے گا۔

اہل مغرب آج جس مذہبی آزادی کا دم بھرتے ہیں۔ اس سے پہلے ان کے یہاں وہ دور بھی گذر چکا ہے جس میں

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۸ [2] تفسیر عثمانی

اندلس کی "تحقیقاتی عدالتوں" کی بہیمانہ سزائیں اور مشرق میں صلیبی جنگوں کی سفاکیاں ملتی ہیں۔

اہل مغرب نے اپنے نظریوں سے اختلاف کرنے والوں کو آگ میں جلانے تک سزا کو جائز رکھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مذہبی دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے احتساب کی عدالتیں قائم ہوئیں جنہوں نے دشمنوں کو بلاوجہ وہ سزائیں دیں جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکے گی۔

ان عدالتوں اور احتساب کے محکموں نے ایک اندازے کے مطابق بتیس[۳۲] ہزار نفوس انسانیہ کو زندہ جلایا جن میں ہیئت اور طبیعات کا مشہور عالم برونو (BRUNOE) اور گلیلیو (GHLILIO) کو بھی یہی سزا دی۔[۱]

کسی مفتوحہ علاقوں میں مخالفین کے وجود کو دیکھنا بھی برداشت نہیں کیا جس علاقہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتے وہاں اعلان کرتے کہ جو ہمارے خیال سے مخالف ہو وہ ہمارے ملک سے نکل جائے۔ جیسا کہ فرانسیسی جنرل کاترو نے ۱۹۴۰ء میں دمشق کے گذشتہ انقلاب کے موقعہ پر اعلان کیا تھا کہ "ہم صلیبی مجاہدین کے پوتے ہیں جس کو ہماری حکومت پسند نہ ہو وہ یہاں سے نکل جائے"

اور اس سے ملتی جلتی بات اس کے ایک ہم مشرب نے ۱۹۴۵ء میں الجزائر میں کہی تھی۔[۲]

اقلیت سے روس کا سلوک | موجودہ دور میں دوسری عظیم طاقت روس کے کمیونسٹ بلاک تو غیر کمیونسٹوں کے وجود کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مذہبی رسوم اور عبادت خانوں کو ختم کرنے کے خواہاں ہیں۔ اقلیت کے ساتھ نازیبا سلوک کا اندازہ آپ روسی مسلمانوں کی مساجد اور مدارس سے کئے ہوئے حشر سے لگا سکتے ہیں۔

روس میں کمیونسٹ انقلاب سے قبل مسلمانوں کے بیان کے مطابق پچیس ہزار مدارس تھے لیکن کمیونسٹوں کے انقلاب کے بعد یہ مدارس بند کر دئے گئے اور اساتذہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مدارس کی وہ عمارتیں جس میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی تھیں بعض کو مسمار اور بعض کو ضبط کرکے اصطبلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور پچیس سال کے عرصہ میں ایک مذہبی مدرسہ بھی نہ رہا۔

یہی حال مساجد کا تھا۔ ۲۶ ہزار مساجد آباد تھیں لیکن ۱۹۴۲ء کی رپورٹ کے مطابق پورے روس میں ۱۳۱۲ مساجد رہ گئیں۔ باقی سب منہدم کر دی گئیں۔[۳]

برطانوی دور کے مظالم | روس اور یورپ تو درکنار خود اس پاک و ہند کی تاریخ کو دیکھئے۔ برطانوی گورنمنٹ نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مذہب کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔

---

۱ ماخوذ از "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" ص ۲۶۴، ۲۶۵ ۲ العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ص ۳۲۵
۳ "تاریخ میں مسلمان قومیں"

کراچی کے مقدمہ میں رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین کا آخر کیا جرم تھا؟ صرف اس قدر کہ مذہب اسلام کے مطابق مسلمان سپاہیوں کو ترکی کی مسلمان افواج کے مقابلہ میں استعمال نہ کیا جائے۔

ان واقعات اور حالات کو پیش کرنے سے میرا واحد مقصد یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب نے اقلیت اور دشمنوں سے وہ کونسا روادارانہ سلوک ہے جو روا نہ رکھا ہو۔ عداوت اور دشمنی کی بنا پر وہ کون سی بے انصافی ہے جو نہ استعمال کی گئی ہو۔

دشمنوں سے اسلام کا روادارانہ سلوک | مگر اسلام نے اپنے مخالفوں اور اقلیت سے جو حسن سلوک کیا اس کا اندازہ آپ خلفائے راشدین کے طرزِ عمل اور کردار سے کر سکتے ہیں۔ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر وقت تک غیر مسلموں اور ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی بڑی تاکید فرمائی تھی۔ ذمیوں کے لئے باقاعدہ حقوق مقرر کئے گئے اور خلافتِ راشدہ کے دور میں بھی اسی اصول کو اپنایا گیا۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو وہی حقوق دئے جو ان کے لئے تاجدارِ حرم نے مقرر کئے تھے۔

اقسامِ حقوق | کسی قوم کے حقوق صرف تین چیزوں سے متعلق ہوتے ہیں۔ جان۔ مال اور مذہب۔ ان کے سوا اور جتنے حقوق ہیں وہ سب ان ہی کے تحت آ جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے عادلانہ دور میں بیت المقدس کے عیسائیوں کو معاہدہ میں جو حقوق دئے گئے تھے وہ یہ ہیں۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو دی۔ یہ امان جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہلِ مذہب کے لئے ہے۔ نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔"[1]

اور یہ حقوق صرف ایلیا والوں سے مخصوص نہیں تھے بلکہ عالمِ اسلام میں جہاں مسلمان فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے تو وہاں کے رہنے والوں کو یہ حقوق دئے۔ اہلِ جرجان کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ان کی جان، مال، مذہب و شریعت سب کو امان ہے ان میں سے کسی شئے میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔"[2]

آذر بائیجان کے معاہدہ میں بھی یہ الفاظ تھے:-

---

[1] طبری فتح بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام ص ۲۲۲ [2] ایضاً

" جان و مال اور مذہب و شریعت کو امان ہے۔"[1]

دور صدیقی کے عہدنامے | حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی حیرہ کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق دئے گئے۔

" ان کی خانقاہیں اور گرجے نہ منہدم کئے جائیں اور نہ ان کا کوئی قصر گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔"[2]

اور یہ بات صرف کاغذی کارروائی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ خلفائے راشدین ہمیشہ کے لئے ماتحت گورنروں کو اس کے متعلق ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے۔ غیر مسلموں سے وہی سلوک برتا جاتا تھا جو سلوک مسلمانوں سے روا رکھا جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے شام کے سفر میں ایک مقام پر دیکھا کہ ذمیوں پر سختی کی جارہی ہے جب سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جزیہ ادا نہیں کیا گیا۔ پوچھا کیوں۔ جواب ملا۔ سبب ناداری ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ انہیں چھوڑ دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں خدا انہیں قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا۔[3]

نادار، مفلس اور معذور ذمی جزیہ سے مستثنیٰ تھے بلکہ خود بیت المال سے ان کی کفالت کی جاتی تھی چنانچہ حیرہ کے معاہدہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

" اگر کوئی بوڑھا ذمی کام کرنے سے معذور ہو جائے۔ یا کوئی آفت آئے۔ یا دولت مندی کے بعد غریب ہو جائے اور اس کے اہل مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کا جزیہ موقوف کردیا جائے گا۔ اور اس کی اولاد کو بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔"[4]

حضرت عمرؓ کا ایک لطیف استدلال | یہ معاہدہ ابوبکر صدیق رضؓ کے دور میں ہوا تھا اور عہد فاروقی میں اس پر باقاعدہ عمل جاری رہا۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے تو قرآنی استدلال سے اس کو اور زیادہ موکد کردیا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک ضعیف شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، پوچھا، بھیک کیوں مانگتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے اور میں ادا نہیں کرسکتا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد دے کر داروغہ کو پیغام بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کریں۔ اور فرمایا کہ کلام اللہ کی یہ آیت

---

[1] طبری فتح بیت المقدس بحوالہ تاریخ اسلام صہ ۲۲۲ [2] ایضاً [3] کتاب الخراج قاضی ابو یوسف [4] کتاب الخراج

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ میں فقراء سے مراد مسلمان اور مساکین سے مراد اہل کتاب ہیں اور فرمایا خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہے کہ ان لوگوں کی جوانی سے تو ہم فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں ان کو نکال دیں[1]۔

حفاظت نفس کا یہ عالم تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تو حضرت عمرؓ باقاعدہ اس سے قصاص لینے کا حکم فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو قتل کر دیا۔ تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر کے اس سے قصاص لیا[2]۔

• حفاظت مال کے بارے میں اگر کوئی شخص کسی ذمی کی کسی جائیداد یا مال کو نقصان پہنچاتا تو حضرت عمرؓ اس کا معاوضہ بسا اوقات بیت المال سے دلاتے۔ جیسا کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر نے شام کے ایک ذمی کی زراعت کو پامال کر دیا تو حضرت عمرؓ نے اس ذمی کو بیت المال سے دس ہزار درہم کا معاوضہ دلایا[3]۔

ذمیوں کے بارے میں عہد فاروقی میں خصوصی ہدایت حضرت عمرؓ جیسا کہ خود ذمیوں کے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے۔ ایسے ہی ماتحت گورنروں سے کرواتے۔ چنانچہ فاتح شام حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کو ذمیوں پر ظلم کرنے، ان کو نقصان پہنچانے اور بے وجہ ان کے مال کھانے سے روکو اور ان سے جو شرطیں کی گئی ہیں انہیں پورا کرو[4]"

بلکہ حضرت عمرؓ دنیا سے جاتے وقت آئندہ خلیفہ کے لئے جو ہدایات لکھتے ہیں۔ ان میں ذمیوں کے حقوق اور نگہداشت کا خصوصی تذکرہ موجود ہے:۔

"میں ان لوگوں کے حق میں جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے۔ یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کیا جائے۔ اس کی حمایت میں لڑا جائے۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ انہیں تکلیف نہ دی جائے[5]"

یہی وہ اسلامی عدل و انصاف ہے جس میں دوست اور دشمن کو ایک نظر سے دیکھا گیا ہے۔ وہ دشمن جو بدترین دشمن تھے۔ جو مذہب اور عقیدہ کے دشمن تھے۔ ان سے جب اس قدر انصاف قائم رکھا گیا تو اور کون ہو سکتا ہے جس کے ساتھ اسلام نے ظلم کی گنجائش رکھی ہو۔ ان واقعات سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدین نے اس آیت پر "کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو ظلم پر آمادہ نہ کرے" کیا عمل کیا ہے اور امت محمدیہ کے لئے قیامت تک ایک عملی نمونہ چھوڑا ہے۔

وہ دشمن جو اپنے کئے ہوئے افعال و کردار کی وجہ سے بڑی بڑی سزاؤں کے مستحق و منتظر تھے۔ ندامت

---

[1] کتاب الخراج [2] الدرایہ بحوالہ تاریخ اسلام [3] کتاب الخراج [4] ایضاً [5] تاریخ اسلام ص ۲۲۶

اور پشیمانی کی وجہ سے نظریں جھکی ہوئی تھیں اپنی جانیں خطرے میں دیکھتے تھے۔

لیکن اسلام نے اس کے برعکس جان کی حفاظت کے علاوہ مال و مذہب کو بھی محفوظ رکھا اور معاشرہ میں ان کو انسانیت کی نظر سے دیکھا گیا۔

مال و دولت | تیسری چیز مانع انصاف مال و دولت کی فراوانی یا فقدان ہے۔ مثلاً ایک انسان بسا اوقات کسی غریب کی غربت کو دیکھ کر اس پر ترس کھا کر اس غریب کے لئے جھوٹی گواہی دیتا ہے اور یا غریب کی غربت پر ترس کھا کر فیصلہ اس کے حق میں کر جاتا ہے۔ جس میں ظلم اور زیادتی کا ارتکاب ہے۔ جب کہ آج کل ہمارے اس معاشرہ میں یہ بہت کم ہے اور غریب کی غربت سے بہت کم لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ دوسری صورت میں انسان بعض اوقات مالدار کی مالداری کی وجہ سے ظلم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ مالدار سے کچھ طمع اور امید کی خاطر گواہ جھوٹی گواہی دے کر حاکم سے غلط فیصلے کا حکم صادر کرتا ہے۔ جو یقیناً ظلم اور ناانصافی ہے۔

قرآن مجید نے اس کی نشاندہی یوں فرمائی :-

ان یکن غنیاً او فقیراً فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا [1]

اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو خواہش کی، انصاف کرنے میں۔

شہادت کے اصول | شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

" یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو۔ کہ مالدار کی رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو۔ جو حق ہو۔ سو کہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان کے مصالح سے واقف ہے اور اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہے [2]

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" اور گواہی کے وقت یہ خیال نہ کرو۔ نہ جس کے مقابلہ میں ہم گواہی دے رہے ہیں یہ امیر ہے اس کو نفع پہنچانا چاہئے تاکہ اس سے بے مروتی نہ ہو۔ یا یہ غریب ہے اس کا کیسے نقصان کردیں۔ تم گواہی دینے میں کسی کی امیری، غریبی یا نفع و نقصان نہ دیکھو۔ کیونکہ وہ شخص جس کے خلاف گواہی دینی پڑے گی۔ اگر امیر ہے تو غریب ہے تو۔ دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے۔ اتنا تعلق تم کو نہیں۔ کیونکہ تمہارا تعلق جس قدر ہے وہ بھی انہی کا دیا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے۔ وہ تمہارا دیا ہوا نہیں۔ پھر باوجود قوی تعلق کے اللہ تعالیٰ نے ان کی مصلحت اس میں رکھی ہے۔ نہ گواہی میں حق بات کہی جائے۔ تو تم ضعیف تعلق کے باوجود اپنی تنہا دت میں

---

[1] سورہ نساء آیت ۱۳۵۔

ایک عارضی مصلحت کا کیوں خیال کرتے ہو۔[۱]

چونکہ شہادت اور فیصلہ دونوں میں تسلط علی الغیر موجود ہے۔ جب گواہی دیتے گواہ ان امور کو مدنظر رکھے گا۔ تو قاضی اور فیصلہ کرنے والا حاکم بطریق اولیٰ ان امور کا پابند رہے گا۔ قاضی اور حاکم فیصلہ کرتے وقت جیبوں کی انتظار میں بیٹھے گا۔ بلکہ جو حق ہو اس کا امضاء کرے گا اسلامی قوانین میں تو اس ما تبع اور رہ کاوٹ کا سخت نوٹس لیا گیا ہے۔ جب صاحب عہدہ کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو تو اپنے اس منصب سے غلط فائدے نہیں اٹھاتے گا۔ ایسی پارٹیوں میں شمولیت سے اجتناب کرے گا جو پارٹیاں صرف اس کے عہدہ کی وجہ سے اس کو دی جاتی ہوں۔

رشوت کی اقسام اور احکام | یہی وجہ ہے کہ رشوت کی تمام اقسام کو لینے والے کے لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے حدیث میں ہے کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور رشوت قبض کرنے سے بھی ملکیت میں نہیں آسکتا۔ بلکہ رشوت میں لیا ہوا مال صاحب مال کو واپس کرنا واجب ہے۔ اس ضمن میں یہ ضروری ہے کہ رشوت کی جملہ اقسام اور ان کے احکام کے متعلق عرض کروں۔

فقہاء کرام کے فرمان کے مطابق رشوت کی چار قسمیں ہیں :۔

۱۔ پہلی قسم رشوت جس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ یہ ہے کہ ایسے منصب پر فائز ہونے کے لئے رشوت دے جس منصب کا یہ اہل نہ ہو۔ چونکہ غیر اہل کا کسی منصب پر فائز کرنا اور فائز ہونا دونوں ناجائز ہیں لہذا اس ناجائز کام کے لئے رشوت لینا اور دینا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فیصلہ کرنے والے حاکم، قاضی یا مجسٹریٹ کو کچھ رقم اس لئے دی جائے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یہ بھی طرفین کے لئے حرام ہیں۔

۳۔ تیسری قسم کی رشوت یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم یا کوئی چیز اس لئے دی جائے کہ یہ اپنا جائز کام اس سے کروائے۔ لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ یہ کام جائز ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے کسی شخص کی حق تلفی کا سبب اور ذریعہ نہ ہو۔ لہذا ان شروط کے بعد رشوت دینے کی اجازت ہے لیکن رشوت لینا اس صورت میں بھی حرام ہے۔

۴۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ کسی شخص کو کچھ رقم اس لئے دی جائے کہ اس کے شر اور فساد سے محفوظ رہے۔ اپنی جان سے ظلم اور فساد کے دفع کے لئے کچھ دینا جائز ہے لیکن لینا اس صورت میں بھی حرام ہے۔[۲]

جب ایک گواہ اور ایک حاکم یہ نظریہ قائم کرلے کہ مجھے کسی مالدار سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ نہ جانے پانی

---

[۱] بیان القرآن۔ [۲] رد المختار علی الدر المختار المعروف بشامی ج ۴ ص ۳۵۳، ۳۵۴

کے انتظار میں ہو اور نہ بخشش کی طمع اور لالچ میں ہو۔ تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی مالدار شخص کی مالداری کی وجہ سے اس کی رعایت کرے۔ اسلام میں تو آقا اور غلام امیر اور غریب سب برابر ہیں۔

شرعی عدالت میں شاہ و گدا برابر ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہاں کہیں امیر اور غریب کے اس امتیازی سلوک کو دیکھتے تو اس سے منع فرماتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان تمام بے جا امتیازات کو مٹا کر شاہ و گدا، بلند و پست کو ایک سطح پر کھڑا کر دیا تھا جس کی ایک جھلک اس واقعہ میں موجود ہے۔

شام کا ایک نامور بادشاہ جبلہ غسانی مسلمان ہو گیا تھا۔ طواف میں اس کی چادر کا ایک کونہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس شخص کو تھپڑ مارا۔ اس شخص نے برابر کا جواب دیا۔ جبلہ نے آکر حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم نے جیسا کیا ویسا پایا۔

جبلہ نے جواب میں کہا کہ ہم تو وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص ہم سے گستاخی سے پیش آئے تو وہ قتل کا سزاوار ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا۔

جبلہ نے کہا۔ کہ اگر اسلام ایسا مذہب ہے تو میں اس سے باز آتا ہوں لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی پروانہ کی۔[1]

آج دنیا میں یہ نظارہ موجود ہے۔ معاشرہ مختلف قسم کی بے ضابطگیوں کا شکار ہے۔ امیر اور غریب ایک دوسرے کے مقابل بنے ہوئے ہیں۔ امیر اپنے مال کی وجہ سے مختلف جرائم کے ارتکاب کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے۔ جرم کو عیب نہیں سمجھتا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یقیناً یہ بات معلوم ہوگی کہ صرف مال کی وجہ سے اسے بے جا رعایتیں دی گئی ہیں۔ یہ اس کے نتائج اور اثرات ہیں جو معاشرہ کی تباہی کا سبب ہیں :

---

[1] تاریخ اسلام

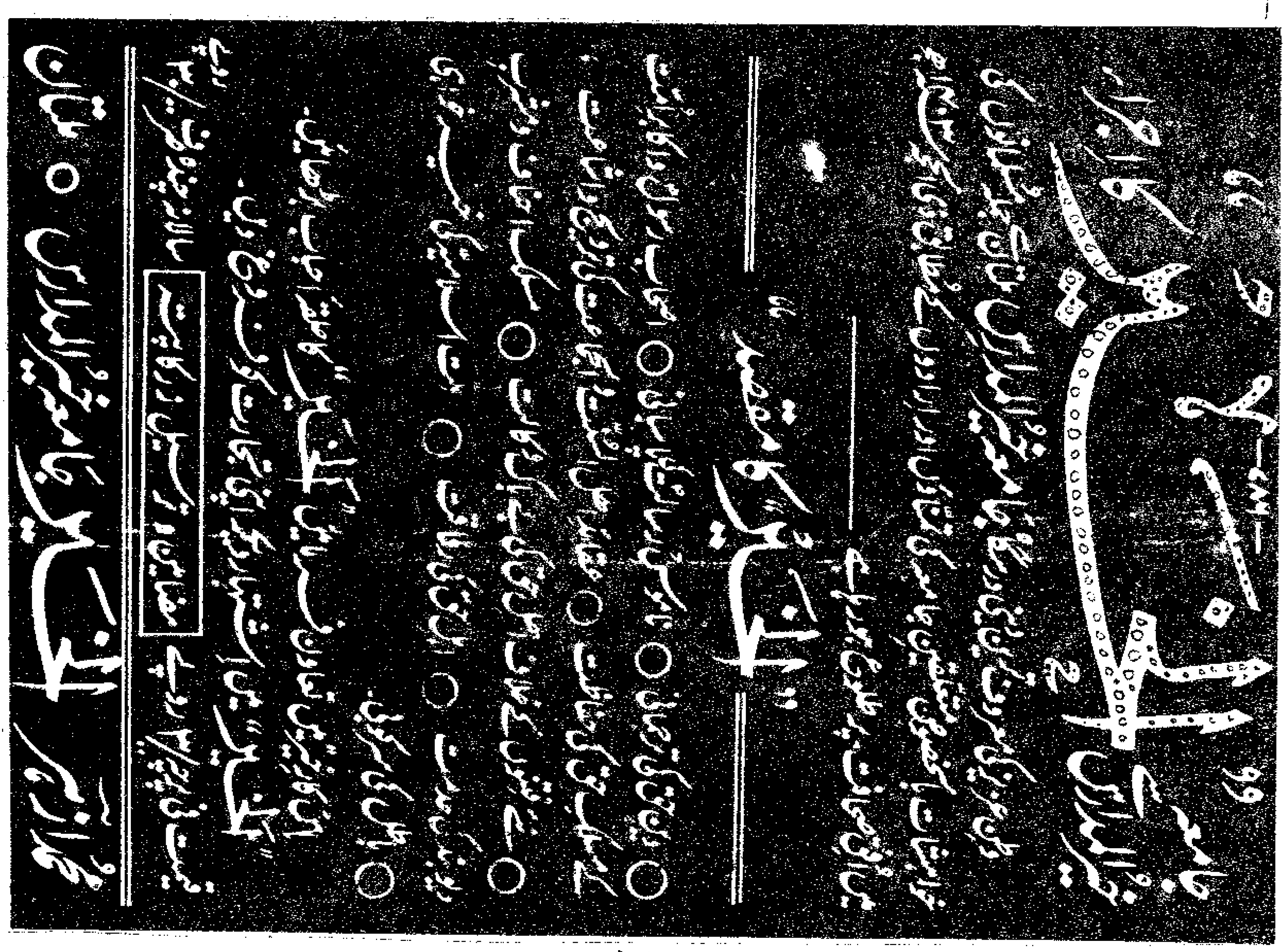

قارئین
بنام مدیر الحق

* مولانا گل بادشاہ
* مفتی عبدالقیوم پوپلزئی
* آہ قاری محمد طیبؒ

افکار و اخبار

خان غازی کابلی کا مکتوب دہلی

"غازی" آل انڈیا میڈیکل انسٹیٹیوٹ دہلی ،سے کوچہ رحمان چاندنی چوک دہلی ۶ "خانۂ خراب" میں آئے تو "الحق" جون ۱۹۸۳ء نے خیر مقدم کیا اور "ہر کلہ راشئی" کہی۔

حضرت مولانا سید گل بادشاہ ـ "ٹلوروکے گیلانی سادات" کے عنوان سے محترم عبدالحلیم اثر کے مضمون نے دل و دماغ کے ان جھروکوں کے چراغوں کو جگمگایا جن پر زمانہ نے اب تک "فراموشی کے فانوس" تانے تھے۔ "غازی" کو "امیر شریعتوں" کا علم تو تھا یعنی پھلواری شریف بہار کے امیر شریعت اور دوسرے احرار کے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری جن کے دست حق پرست پر مولانا سید انور شاہ مظفر آبادی نے بھی بیعت کی تھی۔ لیکن محترم عبدالحلیم اثر افغانی کے مضمون سے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ تیسرے امیر شریعت صوبہ سرحد کے مولانا سید گل بادشاہ بھی تھے اور یہ کہ ان کا آبائی نام سید لطیف الرحیم تھا۔ اور جب انہیں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے اپنی فرزندی میں لیا اور آسام سے دیو بند ساتھ لائے تو ان کا نام "سید گل بادشاہ رکھا" اور اس طرح آبائی نام سید لطیف الرحیم پس منظر میں چلا گیا۔ اور "سید گل بادشاہ" کے نام سے آفاقی شہرت حاصل کی۔

مولانا حسرت موہانی کا بھی آبائی نام "حبیب الرحمٰن" ہے۔ مگر بقول حسرت ؎

عشق نے جب سے کہا حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

سید لطیف الرحیم، سید فضل الحسن، اور حبیب الرحمٰن کو جاننے والے بہت کم ہیں۔ مگر دنیائے شعر و ادب و سیاست میں سب انہیں حسرت موہانی، سید گل بادشاہ اور خان غازی کابلی کے ناموں سے ہی جانتے پہچانتے ہیں۔

حضرت مولانا سید لطیف الرحیم عرف سید گل بادشاہ ایک اچھے صحافی بھی تھے اور قیام پاکستان سے قبل پشاور سے انہوں نے "صداقت" کے نام سے ایک اخبار بھی جاری کیا تھا اور قیام پاکستان کے بعد خان عبدالقیوم خان کے عہد میں "دار و رسن" کا امتحان بھی دیا تھا۔ یعنی بقول "وظیفہ خوار بہادر شاہ ظفر چچا غالب" وہاں بھی رہے ہیں ؎

قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے
وہاں ہم ہیں جہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

تقسیم وطن سے چند ماہ قبل "غازی" کی آخری ملاقات مسجد نیلہ گنبد لاہور میں امیر شریعت گل بادشاہ سے ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا شان نزول یہ تھا کہ "سید گل بادشاہ" امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملنے آئے تھے۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ "سید بخاری" لاہور سے باہر دورے کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے غازی کو ملاقات کے لئے مسجد نیلہ گنبد لاہور میں یاد فرمایا۔ اس وقت حضرت مولانا غلام غوث کے ہم وطن یعنی "بفہ" کے مولانا محمد اکبر خان مرحوم بھی تھے۔ دوران ملاقات انہوں نے غازی کو اپنے جاری کرنے والے اخبار "صداقت" کی ادارت کی دعوت دی تھی لیکن غازی اس زمانے میں لاہور کے خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق بنے ہوئے تھے جنہوں نے نواب دکن کی دعوت پر فرمایا تھا کہ ع

"کون جائے ذوق یہ دلی کی گلیاں چھوڑ کر"

اور یہ کہہ کر غازی نے مولانا سید حسین احمد مدنی کے فرزند معنوی سید گل بادشاہ کو مایوس کرنے کا گناہ کیا کہ غازی لاہور کی گلیاں اور احرار کو چھوڑ کر کہیں جانے کو تیار نہیں۔

آہ! مولانا عبدالقیوم پوپلزئی | الحق جون ۱۹۸۳ء کے صفحہ ۱۵ پر غازی نے حافظ عبدالغفور کا مضمون پڑھا۔ اور یہ پڑھ کر بے حد افسوس ہوا کہ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی وفات پا گئے ہیں۔ پشاور کے محلہ گاڑی بانان میں کوچہ عبدالحکیم ان کے والد کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے برادر بزرگ مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی عالمی شہرت کے انقلابی بزرگ تھے انہوں نے ماسکو میں سرخ انقلاب کے بانی لینن سے بھی ملاقات کی تھی۔ ان کے پاس ہندوستان اور بیرون ہند کے مشہور انقلابی آیا کرتے تھے۔ منشی احمد دین اور غازی خاص طور پر ان کے پاس ہی آکر ٹھہرا کرتے تھے مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی "گاندھی کی مسائی سیاست" کے سخت خلاف تھے لیکن اس بات کے باوجود انہوں نے ۱۹۴۲ء کی "ہندوستان خالی کر دو" کے سلسلہ میں سرحدی گاندھی کی ہری پور جیل میں بے حد خدمت کی تھی اور ان کے اس اخلاق اور اس خدمت سے سرحدی گاندھی بے حد متاثر ہوئے تھے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کمیونسٹ نہیں تھے لیکن وہ پہلے عالم دین متین تھے جنہوں نے ماسکو میں سرخ انقلاب کے بانی سے ملاقات کی تھی۔ اس لئے بعض حلقوں میں ان کے بارے میں یہ غلط فہمی تھی کہ وہ کمیونسٹ ہیں حالانکہ مولانا مفتی سرحد بے حد صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دیندار تھے۔

مولانا عبدالقیوم پوپلزئی ان کے چھوٹے حقیقی بھائی تھے اور دونوں میں بے حد محبت کے رشتے استوار تھے یہ درست اور صحیح ہے کہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب سے مدرسہ امینیہ میں تعلیم حاصل کی تھی مگر یہ بات ۱۹۳۸ء سے بہت پہلے کی ہے ۱۹۳۸ء میں وہ جہانگیرہ پشاور کے دفتر مجلس احرار کے انچارج تھے۔ ۱۹۳۵ء میں ہنگامہ مسجد شہید گنج کے زمانہ میں

مولانا غلام غوث۔ مولانا لطف اللہ اور مولانا عبدالقیوم پوپلزئی مجلس احرار میں شامل ہوئے اور جہاں تک غازی کا خیال ہے قیام پاکستان کے بعد بھی احراری رہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کی وفات بھی ایک سرخپوش کلہاڑی بدوش احراری کی حالت میں ہوئی۔

مولانا عبدالقیوم پوپلزئی۔ مولانا غلام غوث۔ مولانا لطف اللہ۔ مولانا عبدالحیؒ۔ مولانا عبدالوارث آف شیر پاؤ کے معاصر تھے۔ جس زمانے میں مولانا سرخپوش کلہاڑی بدوش احراری تھے اس زمانے میں مولانا عبیداللہ انور فرزند شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری طفل مکتب تھے اور ریش و بروت سے آراستہ و پیراستہ نہیں تھے۔ اور مولانا حضرت مفتی محمود کا تو وجود ہی بساطِ سیاست پر نہ تھا۔ یہ سب اکابر اور مشاہیر قیام پاکستان کے بعد بساطِ سیاست پر جلوہ گر و جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

اپریل ۱۹۳۹ء میں پشاور میں جو احرار پولٹیکل کانفرنس ہوئی تھی، غازی اس کی کامیابی کے لئے لاہور سے پشاور پہنچے تھے۔ یہ کانفرنس مولانا عبدالقیوم۔ مولانا غلام غوث اور غازی کی کوششوں سے ہی کامیاب ہوئی تھی۔ مولانا عبدالقیوم تو اپنے دوست مولانا غلام غوث کے پاس پہنچ گئے۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے

دیکھیں غازی کو ان کے پاس پہنچنے کا کب ٹکٹ ملتا ہے۔

کچھ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں الحق کے شمارے جون ۱۹۸۳ء کے ایک مضمون کو جو مولانا انوارالحق اور مولانا عبدالقیوم حقانی نے ترتیب دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کا کام قیام پاکستان کے بعد ایک چھوٹی سی مسجد سے بغیر کسی اپیل اور چندہ کے شروع ہوا تھا۔ غازی کے خیال میں صحیح اور درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب غازی ۱۹۲۸ء کے ایبٹ آباد پولٹیکل کانفرنس سے جو مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی کوششوں سے مولانا عبدالقادر قصوری کی صدارت میں ہوئی تھی فارغ ہو کر اکوڑہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قبلہ سے ملاقات کی تھی، تو اس زمانے میں حضرت شیخ نے دارالعلوم حقانیہ کا کام اپنے گھر سے ہی شروع کیا تھا۔ اور پھر جب دوبارہ ۱۹۳۹ء میں احرار پولٹیکل کانفرنس سے فارغ ہو کر غازی اکوڑہ خٹک ایک احراری رضا کار سے ملنے آئے تھے تو اس وقت بھی حضرت شیخ اپنے مکان پر ہی طلباء کو علوم دین سے آراستہ و پیراستہ کرتے نظر آئے تھے[1]

---

[1] اس حد تک فاضل اور بزرگ مکتوب نگار کی بات درست ہے۔ مگر یہ وہ دور تھا کہ حضرت شیخ الحدیث دیوبند بغرض تدریس نہیں گئے تھے۔ اور دیوبند سے فارغ کے بعد گھر کی مسجد میں تدریس فرما رہے تھے کہ طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ایک معاون مدرس بھی رکھنا پڑا۔ مگر باضابطہ دارالعلوم کی شکل نہیں تھی (ادارہ)

اس لئے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ایک چھوٹی سی مسجد سے دارالعلوم حقانیہ کا کام شروع ہوا تھا۔ ہاں یہ درست ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نے ترقی کی منزلیں قیام پاکستان کے بعد ہی کامیابی کے ساتھ طے کی ہیں۔ یہ چند سطریں ضروری سمجھ کر عرض کر دیں۔ تاکہ آنے والے مورخ دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہیں۔ (انقلابی مجاہد آزادی خان غازی کابلی احراری کوچہ رحمان دہلی)

آہ قاری محمد طیب قاسمی | دل چاہتا ہے کہ زار و قطار روتے اور آنکھیں قطرہ ہائے آب کے بجائے قطرہ ہائے خون بہائے۔ لیکن رضا بالقضاء کا معاملہ۔ ورنہ اگر حضرت حکیم الاسلام مخدوم زمن خاندان قاسمی کے چشم و چراغ کی زندگی اگر ایک کروڑ آدمیوں پر بک جاتی تو سودا ارزاں ہوتا۔ کیونکہ حضرت کا وجود مسعود مسلمانان عالم بالخصوص وابستگان دیوبند کے لئے سایہ عاطفت تھی۔

ریڈیو پر یہ روح فرسا خبر سن کر زبان پر نکلا۔ آہ عالم اسلام ویران ہو گیا۔ حضرت کی خدمات جلیلہ کو اگر دیکھا جائے تو سینکڑوں نہ بلکہ ہزاروں افراد پر مشتمل ادارہ جس کام کو سرانجام کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ایک فرد نے انجام دیا۔ تمام عمر حسبۃً للہ دین کا کام کرتے رہے۔ اور آخر عمر میں جب اتحاد و وحدت کی خاطر اپنے خون پسینہ سے پہنچی ہوئی گلستان دارالعلوم دیوبند کے اہتمام کی قربانی کی نوبت آئی تو آپ نے اس قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ حضرت قاری صاحب اسلاف کا نمونہ اور اخلاف کی محبت تھے۔ آپ کی تقریرات و تحریرات میں فلسفیانہ انداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ عمر میں ایک بار مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے شرف ملاقات نصیب ہوئی تھی۔ مزید برآں حضرت استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب کے اپنے شاگردوں پر شفقت کی بنا پر آپ نے شمائل ترمذی حضرت قاری صاحب سے شروع کروائی۔ اور یوں حضرت قاری صاحب اس بابرکت موقع پر راقم آثم کے بلاواسطہ شیوخ میں شامل ہو گئے۔ راقم کو اس بات پر فخر ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین (قاضی فضل اللہ جان حقانی لاہور)

★ یہ ہوشربا خبر سن کر پورا عالم اسلام سوگوار و غمزدہ ہوا۔ کہ متکلم اسلام یادگار اسلاف حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی دینی مذہبی قلمی خدمات ان کی یاد رہیں گی۔ مدرسہ کی ترقی و مقبولیت میں ان کا وافر حصہ ہے دعا ہے کہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ پوری جماعت شریک غم ہے۔

محمد عبداللہ گوردین پوری۔ خانپور۔ صدر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت پاکستان

★ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی وفات کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جامعہ عربیہ تبلیغ الاسلام رجسٹرڈ موتی مسجد میانوالی میں صبح فجر کی نماز کے بعد ایصال

ثواب کیا گیا۔ (مولانا محمد رمضان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ میانوالی۔

★ علم و عمل اور تقویٰ کے پیکر قہرمانِ قاری محمد طیب صاحب کی وفات کا سن کر بڑا قلق ہوا۔ وہ صرف ایک عالم فاضل نہیں تھے۔ انسان ساز تھے، انجمن تھے، ادارہ تھے اور "دیوبند" تھے۔

خدا ان کو غریق رحمت کرے اور ان کے پیروں کاروں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ قہرمان قاری طیب صاحب پر "الحق" کا ایک اچھا اور مستند نمبر نکالا جائے تاکہ اسلام پر حوالہ جاتی کتب میں ایک اور اچھی کتاب کا اضافہ ہو سکے جہاں سے تشنگانِ دیوبند اپنی پیاس بجھا سکیں۔ محمد پرولیش شاہین منگلور سوات

★ حضرت مولانا افغانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سن کر نہایت صدمہ ہوا۔ ان کے وصال پر سب سے زیادہ تعزیت کے متعلق آپ حضرات ہیں اس لئے کہ ان کو دارالعلوم حقانیہ سے نہایت محبت تھی۔ اور کئی بار جناب کا اور دارالعلوم کا تذکرہ نہایت محبت سے کرتے تھے۔ ان کے وصال پر اپنے مدرسہ خضریہ میں ختم کلام پاک کا ایصال ثواب کیا گیا اور تعزیتی اجلاس بھی ہوا۔ (تراب الاقدام جلال الدین بھیرہ)

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور واجبی نرخ پر جوتے بناتی ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

اعلیٰ بناوٹ

دلکش وضع

دل فریب رنگ کا

حسین امتزاج

دنیا کے مشہور

SANFORIZED

REGISTERED TRADE MARK

سینفورائزڈ پارچہ جات

سکڑنے سے محفوظ

۲۰ ایس سے ۸۰ ایس کی سوت کی

اعلیٰ بناوٹ

گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

ستار چیمبرز

۲۹- ویسٹ وہارف کراچی

ٹیلیفون
۲۳۳۹۹۳ ، ۲۳۸۷۰۵
۲۲۵۵۳۹

تار کا پتہ :- آباد ملز

اشکہائے غم

حافظ محمد ابراہیم فانی۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

بوفات حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی نوراللہ مرقدہٗ

کیا کہوں قلب و جگر تن روح و جاں افسردہ ہیں
کائناتِ علم و فن پیر و جواں افسردہ ہیں

سیلِ اشک ہر سو رواں ہے اور فضا بھی سوگوار
چرخ پر یہ ماہ و انجم کہکشاں افسردہ ہیں

سرزمینِ دیوبند یارب خزاں منظر ہے آج
عالمِ اسلام اور ہندوستاں افسردہ ہیں

فہم و ادراک و ذکا تحریر و تبلیغ و بیاں
حکمت و عقل و خرد ماتم کناں افسردہ ہیں

فکرِ عالی و تدبر اہتمام و انتظام
ورطۂ حیرت میں ہیں آنسو فشاں افسردہ ہیں

فقر و دیں زہد و قناعت ورع و تکریم و سخا
سینہ سوزاں چشم گریاں، دل تپاں افسردہ ہیں

ترجمانِ دینِ حق تھے حافظِ شیریں سخن
آہ رخصت ہو گیا وہ واعظِ رنگیں سخن

وہ ادیبِ بے بدل تھے وہ خطیبِ بے نظیر
تھے فراست میں یگانہ مردِ مومن باضمیر

زینتِ تختِ ولایت شمعِ بزمِ قدسیاں
نازشِ روحانیاں عشقِ محمد ﷺ کے اسیر

افتخارِ روحِ قاسم رونقِ دارالعلوم
عظمتِ شاہنشہاں رشکِ سلاطین وہ فقیر

ثانیِ رازی غزالی چشمۂ فیضِ ہدیٰ
عکسِ انور شاہؒ تھے اور نقشِ علامہ شبیرؒ

کوکبِ برجِ وفا صدیق و فاروقی خصال
سرگروہِ دیوبند جمعِ عزیمت کے امیر

عظمتِ مدرسہ کو جس نے لگائے چار چاند
سطوتِ اسلاف و عہدِ رفتہ کی کامل تصویر

حکمتِ اسلام جن کی ذات سے تھی آشکار
حجتِ اسلام تھے برہانِ رب تھے وہ شہیر

ایشیا و شرق و غرب میں دی صدائے لا الٰہ
سارے عالم میں پھرے اسلام کا بن کر سفیر

کیوں نہ خلد و جنت الماویٰ نہ ہو ان کا مقام
زہد و علم و فضل و تقویٰ سے بنا جن کا خمیر

دینِ احمد ﷺ کا خدایا تو ہی حافظ ہو سدا
ہر طرف سے آرہے ہیں فتنہ سامانوں کے تیر

شکوۂ دستِ اجل فانیؔ بیاں کیسے کروں؟
داغِ زخم آشکارا اب نہاں کیسے کروں؟

MFTM-5-77

Asiatic

مولانا سمیع الحق کے سوالات
اور
وزراء کے جوابات

مجلس شوریٰ
(وفاقی کونسل)
میں
ملک و ملت کے اہم مسائل کی ترجمانی

نصابی کتب کی قیمتیں

۲۵۱ — ۳۱ جولائی ۱۹۸۳ء

مولانا سمیع الحق — کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ آیا یہ امر واقع ہے کہ سکولوں اور تعلیمی اداروں کی نصابی کتب کی قیمتیں اتنی زیادہ ہو گئی ہیں کہ عام طالب علم انہیں نہیں خرید سکتا۔ اگر ایسا ہو تو حکومت اس صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل — جی نہیں [illegible] [illegible] گذشتہ [illegible] سالوں میں تقریباً [illegible] فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔

نظام تعلیم اور اسلام

۲۵۲ — ۳۱ جولائی ۱۹۸۳ء

مولانا سمیع الحق — کیا وزیر تعلیم ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا حکومت موجودہ تعلیمی نصاب اور سلیبس کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کے لئے مناسب غور کر رہی ہے۔ نیز

(ب) اگر ایسا ہو تو پاکستان کے تعلیمی نظام کو نظریہ اسلام کے ہم آہنگ بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل — قومی تعلیمی پالیسی میں تجویز کردہ موجودہ نصاب اسلامی نظریہ کے عین مطابق ہے۔ اس ضمن میں کئے جانے والے اقدامات ذیل میں درج ہیں۔

(الف) اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو پہلی جماعت سے بی اے تک لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔

(ب) عربی کو چھٹی سے آٹھویں جماعت تک لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ عربی کو انہی سکولوں میں لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ جہاں عربی پڑھانے کی سہولیات موجود ہیں۔

(ج) زبانوں اور دیگر مضامین کی نصابی کتب میں نظریاتی مواد شامل کیا گیا۔

(د) سائنس کے کورس میں مسلمانوں کے سنہری کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور قرآن پاک کی متعلقہ آیات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

(ہ) پانچویں جماعت سے بی اے تک اسلامیات کے لئے علیحدہ مضمون متعارف کرایا گیا ہے۔

(و) اساتذہ کی تعلیم کے نصاب میں اسلامیات اور

اور مطالعہ پاکستان لازمی مضامین کے طور پر شامل کیئے گئے ہیں۔

(ز) ملازمت کے دوران اساتذہ کے تمام کورسوں میں اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو لازمی مضامین قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی نظام کے مقاصد اور خصوصی پروگراموں کی مزید توضیح حسب ذیل کی گئی ہے۔

(الف) مقاصد

۱۔ حاکمیت اعلیٰ اور اللہ سے وفاداری کو غور و فکر کا جزو بنانا۔

۲۔ زندگی کو مذہب یالا دینیت کے مصنوعی خانوں میں تقسیم کرنے کا تدارک۔

۳۔ متوازن شخصیت کا ارتقاء

۴۔ حصول علم اور مشاہداتی تحقیق کرنا۔

۵۔ وسائل کو ترقی دینے کے لیئے تحقیقی کام میں پیش قدمی کرنا۔

۶۔ بنیادی تعلیم دینا۔

۷۔ ہنرمند افراد کی تیاری اور معاشرتی ضرورتوں کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنا۔

(ب) خصوصی منصوبے

۱۔ اسلامی تعلیم کے فلسفہ و عمل کو فروغ دینا

۲۔ اسلامیات کے لیئے مثالی اور یکساں نصاب تیار کرنا۔

۳۔ اسلامی طبعی و معاشی علوم اور عمرانیات کیلئے نئی درسی کتب کی تیاری۔

۴۔ قرآن پر مبنی علوم کے پروگرام تیار کرنا۔

۵۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے چار سالہ اسلامی علوم کے پروگرام کو بڑے پیمانے پر متعارف کرانا۔

۶۔ اسلامی تعلیم و تحقیق کے لیئے مضبوط مرکز قائم کرنا

۷۔ اسلامی تعلیم میں اساتذہ کے تدریسی پروگرام بڑے پیمانے پر شروع کرنا۔

قادیانیت اور وزارت خزانہ کا سرکلر

۳۰۱ ــــ یکم اگست ۱۹۸۳ء

مولانا سمیع الحق ـــــ وزیر خزانہ معاشی امور بتانا پسند فرمائیں گے۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ وزارت خزانہ نے بنکوں کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں یہ تاکید ہے کہ وہ کھاتہ دار جو حلفیہ طور سے اپنے آپ کو "قادیانی مسلمان" یا "احمدی مسلمان" قرار دیں، ان کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ کیا جائے۔

(ب) اگر مندرجہ بالا (الف) کے لئے جواب اثبات میں ہے۔ تو کیا مذکورہ گشتی مراسلے میں لفظ "قادیانی" یا "احمدی" کے ساتھ "مسلمان" کی اصطلاح کا استعمال درست ہے اور

(ج) اگر مندرجہ بالا (ب) کا جواب نفی میں ہے تو حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے۔ جو اس غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جناب غلام اسحاق خان ـــــ (الف) جی نہیں۔

(ب) سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) سوال پیدا نہیں ہوتا۔

شیر پاؤ ریلوے اسٹیشن نوشہرہ

۴۰۱۔۔۔ ۶ اگست ۱۹۸۳ء

مولانا سمیع الحق ۔۔۔ کیا وزیر ریلوے ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ نوشہرہ میں شیر پاؤ ریلوے اسٹیشن کے کوارٹرز بے پردگی کی وجہ سے اب تک قابل استعمال نہیں ہیں ۔

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ مذکورہ ریلوے اسٹیشن پر اب تک بجلی فراہم نہیں کی گئی ہے ۔ اور

(ج) اگر درج بالا (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت کے زیر غور وہاں یہ ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کوئی منصوبہ ہے اگر ایسا ہے تو کب تک ہے ؟

نواب زادہ عبدالغفور خان ہوتی ۔۔۔ (الف) سابقہ درجہ چہارم سٹاف کے مکانات کے آٹھ یونٹ اور سابقہ درجہ سوم کے ملازمین کے مکانات کے تین یونٹ حیات شیر پاؤ شہید ریلوے اسٹیشن پر ایک اونچی پہاڑی کے سامنے واقع ہیں جس کی وجہ سے ان مکانات کی خلوت متاثر ہوتی ہے ۔ سابقہ درجہ چہارم کے عملہ کے مکانات میں تین ملازم بغیر بیوی بچوں کے رہائش رکھتے ہیں ۔ ان مکانات میں کوئی ملازم بیوی بچوں کے ساتھ نہیں رہا ہے ۔

(ب) حیات شیر پاؤ شہید ریلوے اسٹیشن کو بجلی فراہم کرنے کے لئے پہلے ہی اقدامات کئے جا چکے ہیں ۔ اندرونی وائرنگ کا کام مکمل ہو چکا ہے اور بجلی کے کنکشنوں کے واجبات کے طور پر ایس ۔ ڈی ۔ او واپڈا نوشہرہ چھاؤنی کو مورخہ ۱۳-۶-۸۳ کو ۹۹۵۴ روپے ادا کر دیئے گئے ہیں ۔ جونہی واپڈا کنکشن دے گا اسٹیشن پر بجلی فراہم کر دی جائے گی ۔

(ج) ضروری پردے کے لئے ان مکانات کے سامنے پردہ بنانے کی تجویز ہے ۔

جہاں تک اسٹیشن پر بجلی کی فراہمی کا تعلق ہے جزو (ب) میں صورت حال واضح کر دی گئی ہے ۔

اکوڑہ ریلوے اسٹیشن

۴۰۲۔۔۔ مولانا سمیع الحق ۔۔۔ کیا وزیر ریلوے ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے ریلوے اسٹیشن پر پانی کا کوئی انتظام نہیں ۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ اکوڑہ خٹک کے ریلوے اسٹیشن پر کوئی انتظار گاہ نہیں ہے ۔

(ج) اگر درج بالا (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت کے پاس وہاں یہ سہولتیں فراہم کرنے کیلئے کوئی منصوبہ ہے ۔ اگر ایسا ہے تو کب تک ؟

نواب زادہ عبدالغفور خان ہوتی :۔ (الف) اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر پانی فراہم کیا جاتا ہے جو کہ اکوڑہ تمباکو کمپنی سے لیا جاتا ہے ۔

(ب) اس ریلوے اسٹیشن پر ایک ۱۶×۹۔۳۹ سائز کی نچلے درجہ کی انتظار گاہ موجود ہے ۔ اس ہال کی تین جگہوں (بنیر) میں سے ایک کو بند کر کے نچلے درجہ کی انتظار گاہ برائے خواتین میں بدلا گیا ہے ۔ اس اسٹیشن

پر آنے والی گاڑیوں کے پیشِ نظر اعلیٰ درجہ کی انتظامگاہیں تعمیر کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(ج) مناسب سہولتیں پہلے سے ہی موجود ہیں۔ اور پیرا (الف) اور (ب) میں واضح کردہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ان میں اضافہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ریلوے کلاس سی ملازمین۔

۴۰۳ــ مولانا سمیع الحق ــــ کیا وزیر ریلوے ازراہِ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ کلاس سی میں تعینات چوکیداروں سے آٹھ گھنٹے کی بجائے بارہ گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ ان ملازمین کو موسم کے لحاظ سے وردیاں فراہم نہیں کی جاتیں۔

(ج) آیا حکومت ان کے اوقاتِ کار بارہ گھنٹے سے کم کرکے آٹھ گھنٹے اور ان کا گریڈ دو سے بڑھا کر تین یا چار کر رہی ہے۔؟

نوابزادہ عبدالغفور خان ہوتی :ــــ (الف) مین لائن پر تمام (سی) درجہ کے تمام پھاٹکوں پر آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی پر تین تین گیٹ کیپر رکھے گئے، بعض حالات میں برانچ لائینوں پر جہاں کام ہلکا ہے گیٹ کیپروں کو باری باری ۱۲ گھنٹے کی ڈیوٹی دی جاتی ہے۔ جنہیں وقفے وقفے سے کام کرنے والے کارکن کہا جاتا ہے۔

(ب) گیٹ کیپروں کو ان کے استحقاق کے مطابق وردیاں مہیا کی جاتی ہیں۔ درجہ (سی) کے پھاٹکوں پر کام کرنے والے گیٹ کیپروں کو حسبِ ذیل مراعات دی جاتی ہیں۔

ٹھنڈا علاقہ :ــ جرسی، اونی بھورے رنگ کی تین سال بعد ایک۔ اوورکوٹ بھورے رنگ کا تین سال بعد ایک۔

دوسرا علاقہ :ــ اوورکوٹ بھورے رنگ کا چار سال کے بعد ایک۔

(ج) ایسی کوئی تجویز زیرِ غور نہیں۔

سند یافتہ فضلاء کا

۴۳۶ــ مولانا سمیع الحق ــــ کیا وزیر تعلیم ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ تنظیم وفاق المدارس و تنظیم المدارس کے سند یافتہ کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے ایم۔اے (عربی) اور اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا گیا ہے؛

(ب) آیا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ملک کی یونیورسٹیاں اور تعلیمی حکام اس پر عملدرآمد نہیں کر رہے ہیں۔

(ج) اگر درج بالا (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ فیصلے پر عملدرآمد کیلئے کیا اقدامات لئے گئے ہیں۔

ڈاکٹر محمد افضل :ــــ (الف) جی ہاں یہ درست ہے۔ وفاق المدارس کی سند الشہادت الفضلیہ، تنظیم المدارس کی سند الشہادت الفارغ، وفاق المدارس السلفیہ اہل حدیث کی سند الشہادت العالیہ، وفاق المدارس شیعہ کی سند سلطان الافضل ہے کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے منسلک ضمیمہ ۱ کے نوٹیفکیشن کے تحت

تدریسی کی غرض سے دورہ حدیث کے بعد ایم۔ اے عربی اور اسلامیات کے برابر تسلیم کر لیا ہے۔

(ب) جی نہیں ہچکچاہٹ گریجویٹ کی گھٹیا کوالٹی کو قبول کرنا ہے۔

(ج) اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ (انگریزی نوٹیفکیشن)

تعلیم بالغاں

۳۷۴۔ مولانا سمیع الحق: کیا وزیر تعلیم از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تعلیم بالغاں کی سکیم پر کس حد تک عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(ب) کیا اس سکیم سے مثبت نتائج برآمد ہو رہے ہیں اگر ایسا ہے تو اسکی تفصیلات اور

(ج) آیا حکومت مذکورہ سکیم پر عملدرآمد کیلئے مزید اقدامات کا ارادہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل: (الف) وفاقی حکومت نے ایک قومی تعلیمی پروگرام تیار کر کے چھٹے پانچ سالہ منصوبہ میں اسے شامل کیا ہے۔ گذشتہ سالوں میں قومی تعلیم بالغاں پروگرام کی عدم موجودگی میں ملک کے مختلف حصوں میں حسب ذیل حکومتی اور رضاکار ادارے تعلیمی مراکز کو چلاتے رہے ہیں۔ ۱۔ محکمہ بلدیات پنجاب ۲۔ محکمہ تعلیم حکومت صوبہ سرحد۔ ۳۔ محکمہ سماجی بہبود حکومت سندھ۔ ۴۔ وزارت تعلیم۔ ۵۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ ۶۔ شعبہ خواتین۔ ۷۔ پاکستان بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن۔ ۸۔ اپوا۔ ۹۔ پاکستان گرلز گائیڈ ایسوسی ایشن۔ ۱۰۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس گوجرانوالہ۔

۱۱۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد۔

ان اداروں نے جو مراکز چلائے ہیں ان کی تعداد ۷,۰۰۰ بتائی جاتی ہے۔ ان مراکز میں ۱۰ سے ۲۰ تک بالغان تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔

(ب) ضروری لوازمات کی غیر موزونیت، مناسب دیکھ بھال پیروی اور وسائل کی کمی کی وجہ سے ماضی میں نتائج حوصلہ افزا نہیں رہے ہیں۔ ۱۹۸۲-۱۹۸۳ء کے لئے دستیاب تفاصیل حسب ذیل ہیں:

نمبر شمار	صوبہ	داخل شدہ بالغوں کی تعداد
۱	پنجاب	۱۱۶,۶۶۵
۲	سندھ	۲۱,۲۳۰
۳	شمال مغربی سرحدی صوبہ	۳,۲۷۴
	میزان	۱,۴۱,۱۶۹

اندازہ کے مطابق ان طلبا میں سے ۶۰٪ نے اپنا کورس کامیابی سے مکمل کر لیا۔

(ج) تعلیم کے تیز تر فروغ کے لئے ایک قومی خواندگی اور عوامی تعلیمی کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ تعلیم بالغاں کے لئے ایک قومی کمیٹی کی سفارشات پر مبنی کمیشن نے قومی خواندگی کا پروگرام تیار کیا ہے منصوبہ کی مدت کے دوران میں مطلوبہ ۲۰۰۰ ملین روپے کے خلاف ۱۹۸۳-۱۹۸۴ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اس مقصد کیلئے ۳۰ ملین روپے کی رقم مختص کر دی گئی ہے۔ زیادہ تر رقم صوبوں میں مجوزہ ابتدائی خواندگی کے منصوبوں پر خرچ کی جائے گی خواندگی کے لئے مراکز قائم کرنے کے بنیادی پروگرام کے علاوہ قومی پروگرام میں غیر رواجی اقدامات شامل ہیں۔

(جاری ہے)

ملاحظہ ص ۶۴

معادلہ سندات کے بارہ میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا نوٹیفکیشن

Annexure I

UNIVERSITY GRANTS COMMISSION
SECTOR H-9,
ISLAMABAD

(Academic Division)

No. 8-418/Acad/82/128

Dated: Nov. 17, 1982

NOTIFICATION

Subject: Equivalence of Denni Asnad with University Degree

The decision of the University Grants Commission on the subject is reproduced below for information and implementation.

> "Ashahadat-ul-Fazeela الشهادة الفضيلة Sanad awarded by Wafaq-ul-Madaris: Ashahadat-ul-Faragh الشهادة الفراغ Sanad awarded by Tanzeem-ul-Madris, Ashahadat-ul-Alia الشهادة العالية Sanad awarded by Wafaq-ul-Madaris-ul-Salfia (Ahle-e-Hadis); and Sultan-ul-Afazil سلطان الافاضل Sanad awarded by Wafaq-ul-Madaris, Shia after Dora-e-Hadis be considered equivalent to the M.A. in Arabic/Islamic Studies for the purpose of teaching Arabic and Islamic Studies in colleges and universities and for pursuing higher studies in Arabic and Islamic Studies. For employment in fields other than teaching, however, such Sanad holders would be required to qualify in two additional subjects other that Arabic and Islamic Studies at the B.A. level from a university. They would also have to qualify in the recently introduced elective Pakistan Studies and Islamic Studies paper at the B.A. level.

To bring uniformity to the nomenclature of the Asnad issued by different schools of thought it was decided that henceforth the final Sanad (Degree) recognised as equivalent to M.A. in Arabic and Islamic Studies will be known as "Shahadat ul-Almiyya Fil Uloomil Arabia Wal Islamia
(شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

(MOHAMMAD LATIF VIRK)
Director Academics

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرۂ کتب

ماہنامہ البیان | زیر سرپرستی :- پروفیسر مولانا محمد اشرف خان صاحب سلیمانی - مدیر مسئول - مولانا فضل حق صاحب حقانی (فاضل دارالعلوم حقانیہ) پتہ :- سلیمان اکیڈمی (اشرف منزل) نزد اسلامیہ کالج پشاور

سالانہ چندہ ۳۰ روپے - فی پرچہ ۳ روپے

عالم اسلام کے موجودہ دور زوال و انتشار میں جب کہ لادینیت، مادیت اور مغربیت کا عالمگیر سیلاب پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے - اہل اسلام کی عموماً اور وارثانِ علوم نبوت کی خصوصاً ذمہ داریاں پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی ہیں - بس یہی احساس تھا جس نے سلیمانی علوم ومعارف کے امین و شارح حضرت مولانا پروفیسر محمد اشرف خان صاحب سلیمانی کو مدتوں بے قرار رکھا - آخر ان ہی کے ذریعہ "سلیمان اکیڈمی" کے قیام کی صورت میں ایک کونپل پھوٹی جو دیکھتے ہی دیکھتے ایک سرسبز و شاداب اور تناور درخت کی شکل اختیار کر گئی - جس نے سلوک سلیمانی (۲ جلد) نصاب تبلیغ (فارسی) فضائل درود شریف (فارسی) اور نبی الرحمہ (عربی) جیسی اہم کتابیں شائع کیں - اور اب علمی وادبی حلقوں کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ سلیمان اکیڈمی نے شوال ۱۴۰۳ھ سے ایک ماہنامہ "البیان" کے اجراء کا ایک اور انقلابی قدم اٹھالیا ہے - اس وقت ہمارے سامنے "البیان" کے ابتدائی دو شمارے ہیں جو علمی، ادبی تحقیق اور طباعت واشاعت ہر لحاظ سے مثالی ہیں - آغاز بیان، خود مولانا پروفیسر محمد اشرف صاحب کی قلم سے شوال کے پرچہ میں مکتوب ماجدی وحدت ملت، یہود نے کرافٹ کے مقابلہ کے جوابات اور ذی قعدہ کے پرچہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات پر درد انگیز اداریہ "تاریخی ذمہ داریاں اور اسلامی قانون کی ضرورت واہمیت" اہم ترین علمی ادبی اور تحقیقی مضامین ہیں جو علمی حلقوں میں حد درجہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے - ادارہ الحق کو اس لحاظ سے بھی بڑی مسرت ہے کہ "البیان" کے مدیر مسئول مولانا فضل حق ننگرہاری، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل باصلاحیت اور جواں ہمت ہیں - ادارہ الحق کو ان سے بجا طور پر توقع وابستہ ہے کہ حضرت محمد اشرف صاحب کی سرپرستی میں "البیان" کے اس معیار کو برقرار رکھتے ہوئے اسے مزید بڑھائیں گے -

القرآن الحکیم | مکتوب ومحشّی - مولانا محمد غوث پشاوری متوفی ۱۳۱۳ھ - پتہ مولانا غلام مصطفےٰ صاحب -

مکتبہ علمیہ عثمانیہ ۵۸ رسول پارک لاہور ۱۶

یہ مصحف مبارک مولانا محمد غوث صاحب پشاوری کا قلمی، علمی اور ایک زبردست تاریخی شاہکار اور عظیم کارنامہ ہے۔ جسے دیکھ کر اسلاف کی محنتوں اور قربانیوں کا احساس ابھرنے لگتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق دین کے جہاد و تجدید تبلیغ و اشاعت، تصنیف و تالیف اور اسلام کی حفاظت کے کام میں کیسی عرق ریزی دکھائی۔

قرآن حکیم کا یہ نسخہ بھی اسی زریں سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جسے مولانا مرحوم نے اپنے شیخ حافظ محمد صاحب کلا ڈھیر جہانگیرہ پشاور کے ایما پر دس انچ طول اور پونے چھ انچ عرض کے ۹۰۲ صفحات پر ربیع الاول ۱۱۸۸ھ کو اپنے ہاتھ کی کتابت سے مکمل فرمایا۔ اور یہ اس کا عکسی ایڈیشن کے ذریعہ ہمارے سامنے آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب وسائل محدود بلکہ مفقود تھے۔ مگر اس کے باوجود فنی اعتبار سے آپ اندازہ لگائیں کہ جلد اول سرخ، طلائی سیاہ، نیلگوں سبز خط نسخ خوش نمائی، کاغذ نگاری، حاشیہ شکستہ نستعلیق اور بین السطور کے تفہیمی نقط نستعلیقی خطوط اس کے علاوہ ہیں۔ سورتوں کے عنوانات بخط نسخ شنگرفی، علامات آیات طلائی۔ اور ہر پارہ کے ابتدائی الفاظ سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں سجدوں کے نشان، پارہ، ربع، نصف وثلث کی علامات بھی حاشیہ میں سرخ روشنائی سے تحریر ہیں۔

نسخہ کو اول سے آخر تک دیکھتے چلے جایئے اور مولانا مرحوم اور ان جیسے اکابر کی خطاطی کے صبر آزما مراحل سے حسن طریقہ سے عہدہ برآ ہونے کی داد دیتے چلے جایئے۔ بذات خود کتابت ہی ایسی ہے کہ دیکھنے والے ورطۂ حیرت میں ڈوب کے رہ جاتے ہیں۔ یہاں تو مولانا مرحوم نے جا بجا علماء کے اقوال اور تفسیری نقطے مختلف تفاسیر سے نقل کرکے مشکل مسائل و قرآنی معارف کو حل کرکے علمی طبقہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں جب مولانا غلام مصطفٰے صاحب نے نسخہ پیش کیا تو آپ بڑے دیر تک سر آنکھوں پر رکھا۔ بڑی عقیدت اور حیرت و استعجاب سے متن و حواشی کو دیکھتے رہے۔ اور فرمایا مولانا محمد غوث کی اس لافانی کاوش اور منتظمین اشاعت کی محنت، جد و جہد اور ایثار و قربانی کو دیکھ کر دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ باری تعالیٰ مولانا مرحوم کو اپنی رضائے کاملہ سے نوازے اور ناشرین کو اس عظیم کاوش کے بدلے لافانی نعمتیں اور غیر منقطع اجر و ثواب عطا فرمادے۔

کلام العارفین | مؤلف۔ مولانا اخلاق احمد قاسمی المعروف بہ کلیم عثمانی پتہ۔ دبستان عثمانیہ۔ مکان ۱۳۰-۱۰-اے بلاک ۱۳-جی۔ گلشن اقبال کراچی ۳۲ سلوک و معرفت کا مختصر رسالہ "دریا بہ حباب اندر" کا مصداق، اور اسلامی تعلیمات کا عطر ہے۔ ہر جملہ وجد آفریں، ہر سطر فکر انگیز، اور ہر واقعہ ایسا کہ لوح قلب پر نقش ہو جاتا ہے۔ مؤلف کے پتہ سے مفت منگایا جا سکتا ہے۔

شارٹ ٹینڈر نوٹس

سربمہر ٹنڈرز برائے سپلائی مندرجہ ذیل اشیاء درکار ہیں جو کہ زیر دستخطی کو بروز بدھوار مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۸۳ تک پہنچنی چاہیئں جو کہ اسی دن بوقت گیارہ بجے دن ٹنڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے

نمبر شمار	تفصیل اشیاء	اندازاً مقدار
۱۔	کاٹن یارن 10/S اٹیوں میں افسر برانڈ ساختہ ملز	8 گانٹھ
۲۔	کاٹن یارن 16/S " " " "	" 8
۳۔	کاٹن یارن 20/S " " " "	" 4
۴۔	کاٹن یارن 2/20 " " " "	" 8
۵۔	کاٹن بال 6/10/S اور 8/10/S " " "	300 کلوگرام
۶۔	ملیشیا کلاتھ M-60 ساختہ ملز	2000 میٹر
۷۔	ڈرل کلاتھ خاکی 28" چوڑائی ساختہ ملز	" 1500
۸۔	افغان چپل کالا رنگ مختلف سائز	1000 جوڑے
۹۔	بیرٹ کیپ (نیوی بلیو)	500 عدد
۱۰۔	کین سٹک برائے وارڈرز 33" لمبائی اور ½" 3/4" ڈایا	" 400
۱۱۔	لکڑی شیشم تختہ جات لمبائی 0-5 فٹ اور زیادہ چوڑائی 6" 0 اور زیادہ اور موٹائی 1"-0، 0-1¼، 0-1½ اور 2"-0	200 مربع فٹ

شرائط

۱۔ جناب انسپکٹر جنرل صاحب جیل خانہ جات صوبہ سرحد پشاور کوئی وجہ بتائے بغیر کسی بھی ٹنڈر کی منظوری یا نامنظوری کے مجاز ہوں گے۔

۲۔ ٹنڈر کے ساتھ مبلغ 3000/- روپیہ کا بنک ڈرافٹ بھیجنا ضروری ہے۔ بنک ڈرافٹ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل پشاور کے نام ہو۔

۳۔ ٹنڈر کے ساتھ نمونہ جات منسلک ہونا ضروری ہیں۔ ملز پارٹی یا ان کے ایجنٹ بنک ڈرافٹ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

۴۔ ٹنڈر میں جو بھی ریٹ درج کئے جائیں ان میں تمام اخراجات پشاور جیل تک پہنچنے میں شامل ہونے چاہئیں۔

۵۔ ٹنڈر صرف ایک ماہ کے لئے کارآمد ہوں گے۔

سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل پشاور

INF (P) 1703

پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی

ٹینڈر نوٹس

صوبائی سی اینڈ ڈبلیو اور اریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں مندرجہ اے اور بی کلاس منظور شدہ سرکاری ٹھیکیداروں سے جنہوں نے رواں مالی سال کے لئے اپنی تجدیدی فیس جمع کرادی ہو درج ذیل کاموں کے لئے تخمینہ لاگت سے زائد/کم فیصدی نرخوں پر سربمہر ٹینڈرڈ درکار ہیں ٹینڈر زیر دستخطی کے دفتر سے مورخہ ۳۰-۹-۱۹۸۳ کو صبح ½۱۰ بجے تک وصول کئے جائیں گے اور اسی روز ۱۱ بجے حاضر ہونے والے ٹھیکیداروں یا ان کے مجاز نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائیں گے۔

نمبر شمار	کام کا نام	تخمینہ لاگت	زربیعانہ	مقررہ مدت
۱-	فیز I حیات آباد ٹاؤن پشاور میں روڈز کی ری سرفیسنگ	-/۱،۲۰،۰۰۰	-/۲،۴۰۰	۱۵ یوم
۲-	حیات آباد ٹاؤن پشاور میں پری مکس بمعہ میٹیریل کی فراہمی اور بچھانا	-/۹۰،۰۰۰	-/۱،۸۰۰	ایک ماہ
۳-	حیات آباد ٹاؤن پشاور میں گائیڈ بند کی تعمیر اور سٹون پچنگ بر ج ملا کی فراہمی	-/۲،۰۰،۰۰۰	-/۴،۰۰۰	½۲ ماہ

ٹینڈر فارم زیر دستخطی کے دفتر سے اوقات کار کے دوران مبلغ -/۳۰ روپے فی فارم (ناقابل واپسی) ادا کرکے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

ٹینڈر کھولنے کی تاریخ کو کوئی ٹینڈر جاری نہیں کیا جائے گا۔

کام کو ڈرائنگز، تصریحات اور دیگر شرائط وضوابط دفتری اوقات کے دوران زیر دستخطی کے دفتر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ زربیعانہ ٹینڈر کے ہمراہ ڈائریکٹر جنرل پی ڈی اے کے حق میں ڈیپازٹ ایٹ کال کی صورت میں منسلک ہونا چاہیئے۔ نامکمل مشروط یا ٹیلی گرافک ٹینڈر قبول نہیں کئے جائیں گے۔

مجاز اتھارٹی کو بلا اظہار وجوہ کسی یا تمام ٹینڈروں کی منظور یا مسترد کرنے کا حق حاصل ہے۔

سید ظاہر شاہ

ڈپٹی ڈائریکٹر ٹیکنیکل - II

سائٹ آفس حیات آباد ٹاؤن پشاور **(فون نمبر ۵۰۵۶۲)**

WITH
COMPLIMENTS

from

dh
CHEMICALS

dh
CHEMICALS

DAWOOD HERCULES
CHEMICALS LIMITED

آج کا کوکنگ میڈیم
تلو
سن فلاور
پکانے کا تیل
ذائقہ بالکل گھی جیسا
صحت کے لئے بہت بہتر
سورج مکھی کا تیل دنیا بھر میں
مقبول ترین ہے۔
تلو سن فلاور کوکنگ آئل
سورج مکھی کے بیجوں سے تیار ہونے والا
پاکستان میں پہلا اور واحد تیل جو بلاشبہ کھانا
پکانے کے تمام دوسرے تیلوں سے بہت بہتر ہے۔
ہیک سے پاک ہے اور کھانوں کی
قدرتی لذت اور ذائقہ برقرار رکھتا ہے۔
ایک دفعہ آزمائیں
ہمیشہ کے لئے اپنائیں
تلو
سن فلاور
پکانے کا تیل
تیار کردہ GCP گھی کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ
PRESTIGE
PID (ISLAMABAD)

شراکت کی بنیاد پر اسلامی اصولوں کے مطابق کاروبار شروع کرنیوالا پہلا قومی ادارہ

امانیہ قومی سرمایہ کاری

این آئی ٹی

این آئی ٹی، یونٹوں پر اور بھی بہتر اور ہمیشہ سے بڑھکر منافع پیش کرتا ہے

۸۱ - ۱۹۸۰ء	۸۲ - ۱۹۸۱ء
کا اعلان کردہ منافع	کیلئے ضمانت شدہ کم از کم منافع
۳۵ء۱ روپے	۴۰ء۱ روپے
فی یونٹ	فی یونٹ

امانیہ قومی سرمایہ کاری (نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ) جس نے اسلامی طریقہ کار کے مطابق سب سے پہلے شراکت کی بنیاد پر کاروبار کا آغاز کیا تھا، خدا کے فضل و کرم سے اپنے غیر سودی کاروبار کا دوسرا سال بخیر و خوبی مکمل کرلیا ہے۔

- این آئی ٹی نے سال ۸۱ - ۱۹۸۰ء کیلئے ۳۵ء۱ روپے فی یونٹ کی شرح سے منافع کا اعلان کیا ہے۔ یہ منافع این آئی ٹی کی ابتدا سے ابتک دیا جانے والا سب سے زیادہ منافع ہے۔
- ٹرسٹ کو ۸۱ - ۱۹۸۰ء میں ۵ء۱۱۸ ملین روپے کی آمدنی ہوئی جو پچھلے سال کے مقابلہ میں ۴ء۱۵ ملین روپے یا ۱۵ فیصد زیادہ ہے۔
- حصص سے منافع کی آمدنی میں بھی ۲۳ ملین روپے یا ۲۶ فیصد کا اضافہ ہوا۔
- ٹرسٹ کی سرمایہ کاری کی مالیت اصل قیمت کے مطابق ۱۰۰۸ ملین روپے اور موجودہ قیمت کے لحاظ سے ۱۰۹۰ ملین روپے رہی اس طرح اثاثوں کی مالیت میں ۵۲ ملین روپے کا اضافہ ہوا۔
- ۳۵ء۱ روپیہ فی یونٹ کے منافع سے یونٹ پر منافع کی شرح ۹۵ء۱۱ فی صد بنتی ہے جبکہ ۸۲ - ۱۹۸۱ء کے لئے حکومت سے منظور شدہ کم از کم شرح منافع ۴۰ء۱ روپے فی یونٹ سے یونٹ پر شرح منافع ۴۴ء۱۲ فی صد بنے گی۔ یونٹ پر حکومت کی منظور شدہ کم از کم شرح منافع اسلامی نظریاتی کونسل سے توثیق شدہ ہے اور غیر سودی کاروبار کے اصولوں کے مطابق ہے۔

منافع کے علاوہ یونٹ پرٹیکس کی مراعات بھی حاصل رہینگی۔

این آئی ٹی یونٹ خرید کر
ملکی خوشحالی کے فروغ میں حصہ لیجئے

این آئی ٹی - امانیہ قومی سرمایہ کاری

نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ

کراچی ۲۲۲۰۵۶۰۵۹ ، لاہور ۶۶۲۵۸ ۶۹۱۳۳
راولپنڈی ۶۳۶۱۵ ، اسلام آباد ۲۸۶۱۱ ، پشاور ۳۸۳۸ ، کوئٹہ ۴۱۳۰۳
حیدرآباد ۳۱۹۹۳ ، ملتان ۷۵۲۱۵ ، فیصل آباد ۲۶۸۵۶ ، میرپور (آزاد کشمیر) ۲۲۲۶

United

PID

پونڈز

حسن کی جاذبیّت کے لیئے

انٹرنیشنل لیبارٹریز لمیٹڈ. کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انہ لا یحب المسرفین

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے

توانائی میں بچت کیجئے

[illegible]

ادارہ وسائل توانائی حکومت پاکستان